کوئی صاحب بلا اجازت مصنف قصد طبع نکرے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ متفق علیہ

الحمد للہ کہ دریں ایام رسالہ کثیر المنافعہ در مسئلہ
خواندن احتیاط الظہر روز جمعہ مشتمل بر حل شبہات
یعنی

نور الشمعة فی ظهر الجمعة

از تالیف منیف جناب مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب
فاضل بٹالوی مولف نصر المقلدین عم فیضہم
باہتمام شیخ غلام رسول صاحب مالک مطبع

در مطبع اسٹ گلفشاں امرتسر حسن انطباع یافت

فہرست رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ سیدنا ومولینا محمد بن عبد اللہ وعلی آلہ وصحبہ الذین علیہم رضوان اللہ

امابعد احقر العباد احمد علی ولاہ ربہ الولی وعفا عن ذنبہ الخفی والجلی بٹالوی اپنے پیارے بھائیوں حنفیہ سُنیہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ہمکو آجکل پہلے اپنے اُن بھائیوں کی ساتھہ جو کہ ہمارے ساتھہ عقاید و اعمال میں شریک تھے پھر سمجھہ کے پھیر میں آکر ہم سے ایسے مخالف ہوئے کہ غیریت کی نوبت آگئی۔ اتفاق کی صورت پیدا کرنی چاہئے اور وہ یوں ہی ہوسکتا ہے کہ جن مسائل میں وہ ہم سے مخالف ہوگئے ہیں اُنہیں نہایت تہذیب و اخلاق کی ساتھہ زبان سے تحریر سے اُنکی تسلی کردیں اور اُنکو بھی لازم ہے کہ انصاف کو کام میں لاکر پھر بھی کوئی شبہ باقی رہے تو بطیب خاطر طے کرلیویں اور اگر اپنے دلائل قویہ رکھتے ہیں تو ہمکو نرمی سے سمجھائیں تاکہ اتفاق و صلاح فیما بین ہو اور پھر مخالفین اسلام کیطرف کمر ہمت باندہیں مگر یہاں یہ معاملہ ہورہا ہے کہ ہمارے زمرہ حنفیہ پر جوکہ ہندوستان میں بکثرت ہیں اور اُنکی کتب فقہ کا بکثرت رواج و عمل ہے کیسی ردی ہورہی ہے انکی مسائل مشہورہ معمولہ کو خلاف قرآن و حدیث کہا جاتا ہے منجملہ اُنکے ایک مسئلہ کا ذکر کرتا ہوں وہ احتیاط الظہر یوم الجمعہ ہے کہ جسکے مستحسن بلکہ ضروری ہونیکے بڑے بڑے فقہا محدثین و ائمہ معتبرین قائل ہیں اور بدلائل قویہ اسکی طرف مائل۔ اب اُنیس کل پرسوں کے تعلیم یافتہ بلا سمجھے بوجھے طرح طرح کے طعن و تشنیع کرکے مصداق پیشینگوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ یہ جملہ ہے ولعن آخر ہذہ الامۃ اولہا ہورہے ہیں کوئی بدعت کہکر انکو بدعتی بنارہا ہے کوئی معتزلہ بادشاہ کا ایجاد کہکر اور بزرگان دین و علمائے معتبرین کو اُسکے حکم سے درج کتب کرنے پر عبد الدرہم والدینار بنا رہا ہے کوئی کچھہ کہہ رہا ہے کوئی کچھہ غرض جتنے مُنہ اُتنی باتیں اور طرفہ یہ کہ بعض علمائے زمان جو اپنے تئیں پکے حنفی قرار دیتے ہیں اور وجوب تقلید مذہب معین کے قائل وہ بھی تو اُنکے ہاں میں ہاں ملانے لگے اور اُسکے عدم جواز کا فتویٰ دینے بلکہ فقہائے حنفیہ پر بھی اعتراض جمانے لگے پھر اُنمیں اور اِنمیں اگر فرق رہا تو صرف

جو لی دامن کا اور افسوس یہ ہی کہ ہم بجز دعائے اصلاح بین المسلمین کچھہ نہیں کر سکتے ہاں اسقدر ہمارا فرض ہے کہ تہذیب و نرمی کے ساتھہ اُنکے اعتراضوں کے جواب باصواب دیدیں کیونکہ حدیث صحیح مسلم میں ہے عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان کذا فی المشکوٰۃ چونکہ یہ مسئلہ ضروری تنقیح طلب تھا اور اُنکی تحریروں سے عوام حنفیہ کے متردد ہونیکا خیال تھا اسلئے بعض علمائے حنفیہ نے اُنکے اعتراضوں کے جواب میں فتوی طبع کرائے اور بعض نے رسائل بھی لکھے سو وہ بھی اگرچہ منصف مزاج کیلئے بس ہیں مگر بحکم کل جدید لذیذ شاید ناظرین کو اس تحریر میں کچھہ اور ہی لطف آئے اور جو بعض شبہ رہے ہیں وہ اس سے حل ہوں تو کیا عجب۔ بہر حال یہ ہیچمدان اپنی تحریر کو بطور سوال و جواب شبہات استقراءً و تتبعاً جو کچھہ منکرین کی تحریروں میں دیکھہ چکا ہے بلکہ مزید برآن جو شبہ ذہن میں گذرتا ہے ذکر کرتا ہے امید ہے کہ وہ شبہات مرتفع ہو جائنگے اور جو کوئی اور شبہ رہا ہو کسی صاحب کے دل میں گذریگا تو انشاء اللہ اُنہیں جوابات میں تامل کرنیسے حل ہو جائیگا اور نام اسکا نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ رکہا گیا ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و باللہ التوفیق وھو نعم الرفیق وبالاجابۃ حقیق۔

سوال (۱)

جمعہ کی فرضیت مطلقاً ہے یا مقید بالشرائط؟

جواب

جمعہ کی فرضیت مطلقاً نہیں بلکہ مقید بالشرائط ہے کہ بعض اُنمیں سے اُسکے وجوب کے لئے ہیں اور بعض اُسکے ادا کے لئے۔

سوال (۲)

بھلا یہ تو بتلاؤ کہ وہ شرائط کتنی ہیں؟

جواب

وہ شرطین عند الحنفیہ تو بارہ ہیں اور دیگر آئمہ کے نزدیک کچھہ کم زیادہ۔ شرائط حنفیہ کو بعض

ترجمہ روایت ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص تم میں سے بری بات دیکھے تو چاہئے کہ اسکو اپنے ہاتھ سے بدل دے پس اگر طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے اور اگر طاقت نہ رکھے تو دل سے اور یہ بڑا ضعیف ایمان ہے ۱۲

علماء نے عربی میں یوں نظم کیا ہے ؎ وحر[1] صحیح[2] بالبلوغ[3] مذکر[4] ÷ مقیم[5] و ذو عقل[6] لشرط وجوبها ※ ومصر[7] وسلطان[8] ووقت[9] وخطبة[10] ÷ واذن کذا جمع لشرط ادائها ※ اور فارسی میں بعض نے یوں کہا ہے ؎ شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ دان ÷ بیعذری ست مردی و آزادی بعد زان ÷ سلطان و وقت خطبه جماعت ہم اذن و شهر ÷ یا دش بی اداکن و مگذار رائیگان ※ یعنی شرائط جمعہ بارہ ہیں چھ تو اسکے وجوب کے لئے ہیں۔ اوّل حر ہونا شرط ہے غلام پر واجب نہیں دوم تندرست ہونا بیمار وغیرہ معذور پر واجب نہیں سوم بالغ ہونا لڑکے پر واجب نہیں چہارم مرد ہونا عورت پر واجب نہیں پنجم مقیم ہونا مسافر پر واجب نہیں ششم عقلمند ہونا دیوانہ پر واجب نہیں اور انہیں سی چھ جمعہ کے اداکیلئے ہیں یعنی بغیر انکے جمعہ ادا ہی نہیں ہوتا بلکہ اُسوقت ظہر ہی کا ادا کرنا چاہئیے ورنہ ظہر ذمہ سی ساقط نہوگی اور وہ شرائط ادا یہ ہیں (۱) شہر کا ہونا گانوئیں ادا نہیں ہوتا (۲) سلطان اسلام یا اُسکے نائب کا ہونا (۳) وقت ظہر (۴) خطبہ (۵) اذن عام (۶) جماعت کہ ان شرائط کے وجود کے بغیر ظہر کا وجوب ذمہ پر رہتا ہے ہاں شرائط وجوب جمعہ کے نہونیکی تقدیر پر اگر جمعہ ادا کیا جاویگا تو ادا ہو جائیگا جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے کیونکہ یہ شرطیں وجوب کی بطور رخصت ہیں جنکا یہی حکم ہے۔

سوال (۳)

یہ شرائط کسی آیت یا حدیث سے بھی ثابت ہیں یا صرف ائمہ کے اقوال ہیں ؟

جواب

یہ شرائط بعض تو آیت سے اور بعض احادیث سے اور بعض اجماع سے ثابت ہیں۔ ائمہ دین نے انہیں دلائل سے ان شرائط کا ہونا تجویز فرمایا ہے انمیں قیاس کو دخل نہیں دیا۔ سُنئے پانچ شرطیں وجوب کی یعنی حریت[1] صحت[2] بلوغ[3] ذکورت[4] اقامت[5] تو اس حدیث میں ہیں جو مشکوۃ میں ہے عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فعلیہ الجمعة الا مریض او مسافر او امرءة او صبی او مملوک فمن استغنی بلهو او تجارة استغنی اللہ عنہ واللہ غنی حمید رواہ الدارقطنی انتھے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ان پانچوں یعنی مریض مسافر لڑکے عورت غلام پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ رہا عقلمند ہونا سو یہ شرط بالاجماع ثابت ہے کیونکہ دیوانہ پر شرع کے احکام کی تکلیف نہیں ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها اور سورہ جمعہ

ہیں بعد حکم سعی ذکر اللہ کیطرف کے یہ فرمان الٰہی ہے ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یعنی نماز جمعہ و ذکر
اللہ کیطرف تمکو جلد آنا بہتر ہے اگر سمجھو تو یعنے عقلمند ہو گے تو خود آؤ گے۔ اب دیکھو کہ اسمیں علم کی قید
لگائی جسکو عقل سے تعلق ہے اور دیوانہ عقل سے عاری ہے اسلئے اس حکم سے خارج ہے پھر فرضیت خود اس سے
ساقط ہوئی۔ اب ہیں چھ شرطیں ادا کی سوائنیں سے اوّل جو شہر کی شرط ہے وہ اُس حدیث سے ثابت ہے جو کہ
سیدنا علیؓ سے مروی ہے اخبرنا معمر عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی رضی اللہ تعالی
عنہ قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ وروی
ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا عباد بن العوام عن حجاج عن ابی اسحٰق عن الحارث
عن علیؓ قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحٰی الا فی مصر جامع او
مدینۃ عظیمۃ وروی ایضاً بسندٍ صحیح حدثنا جریر عن منصور عن طلحۃ
عن سعید بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن انہ قال قال علیؓ لا جمعۃ ولا
تشریق الا فی مصر جامع۔ انتہے۔ یعنی جمعہ اور صلوٰۃ عیدین و تشریق سوای بڑے شہر کے ادا
نہیں ہوتے۔ ذکر کیا اس حدیث کو محدث عینیؒ نے شرح بخاری میں اور ذکر کیا اسکو شیخ حنفیہ محدث و
فقیہہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اور کہا کفی بقول علیؓ قدوۃ واماماً یعنی حضرت علیؓ کا قول امام و
پیشوائے دین ہونے کیلئے ہمکو کافی ہے۔ اور کتب اصول میں ہے کہ صحابی کا وہ قول جسمیں اجتہاد کو دخل
نہو حکماً مرفوع ہوتا ہے اور یہ حکم ایسا ہی ہے بلکہ یہ حدیث مرفوعاً بھی ثابت ہے۔ کہا علامہ عینی نے
شرح ہدایہ میں وان سلمنا انہ موقوف فھو موقوف صحیح وھو محمول علی السماع
لانہ لا یدرک بالعقل۔ انتہی۔ یعنی اگر ہم مان لیں کہ یہ حدیث موقوف ہے تو بھی یہ موقوف
صحیح ہے اور یہ سماع پر محمول ہے کیونکہ ایسا حکم عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا اور کہا اُسی علامہ نے شرح بخاری میں
علی ان ابا زید عمر فی الاسرار عن محمد بن الحسن قال رواہ مرفوعاً معاذ و سراقۃ
بن مالک رضی اللہ عنھما۔ انتہی یعنی علاوہ اسکی یہ ہے کہ بیشک ابو زید نے اسرار میں کہا ہے کہ
امام محمد بن الحسنؒ نے فرمایا ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو مرفوعاً حضرت معاذ و سراقہ بن مالکؓ نے اور
اسی علامہ نے شرح ہدایہ میں یہ کہا ہے وقد ذکر الامام خواھر زادہ فی مبسوطہ ان ابا یوسف
ذکرہ فی الاملاء مسنداً مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو یوسف عالم بالحدیث
حجۃ۔ انتہی۔ یعنی بیشک ذکر کیا امام خواہرزادہ نے اپنی مبسوط میں کہ بیشک امام ابو یوسف نے ذکر کیا اس حدیث
کو املا میں سند کے طور اور مرفوع بطرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو یوسفؒ حدیث کے امام اور حجت

ہیں اور لو علامہ قسطلانی محدث شافعیہ نے خاص قسطلانی شرح بخاری میں اس حدیث کو روایت
عبد الرزاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف مرفوع کہا ہے اور اسپر سکوت کیا ہے چنانچہ جلد دوم کے صفحہ ۱۳۸
میں یہ عبارت موجود ہے واشترط الحنفیۃ لاقامتھا المصر او فناءہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع رواہ عبد الرزاق - انتہی

شبہ (۱) امام نووی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے پھر استناد کے قابل کیونکر ہوئی -

جواب - اوروں کی بات کان لگا کر وہ سنتے ہیں - کھل جاے سارا حال نہیں جو ہماری
بات - معترض صاحب نے شائد صرف امام نووی کی عبارت دیکھی ہے اگر عینی شرح بخاری کو بھی دیکھ
لیتے تو اس شبہ میں نہ پڑتے - لو اب بھی ہم علامہ عینی کی جواب باصواب کو بتلا دیتے ہیں اگر طالب حق
ہونگے تو مان جائینگے والا ہم توبری الذمہ ہو جائینگے - علامہ فرماتے ہیں قلت کانہ لم یطلع الا
علی الاثر الذی فیہ الحجاج بن ارطاۃ ولم یطلع علی طریق جریر عن منصور فانہ سند
صحیح ولو اطلع لم یقل بما قالہ واما قولہ متفق علی ضعفہ فزیادۃ من عندہ ولا
یذکر من سلفہ فی ذلک - انتہی - یعنی میں کہتا ہوں کہ گویا نووی اس حدیث کے اسی سلسلہ سے مطلع ہوئے
ہیں جسمیں حجاج بن ارطاۃ ہے اور طریق جریر عن منصور سے واقف نہیں ہوئے کیونکہ بیشک وہ سند
صحیح ہے (اسکا ذکر سلسلہ حدیث میں گذرا فانظر ثمہ) اور اگر وہ اس طریق پر مطلع ہوتے تو یہ بات نہ کہتے
اور انکا یہ کہنا کہ اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے صرف من گھڑت بات ہے معلوم نہیں کہ انکا اس
بارہ میں کون مقتدا ہے - انتہی ما فی العینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے درایہ فی تخریج احادیث ہدایہ میں
اور ابن حزم نے محلی میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور سلسلہ جریر عن منصور کا جو صحیح طریق ہے اسکی صحت
پر روشن دلیل ہے پھر بلا دلیل امام نووی کی تقلید کرنا کسقدر خود را فضیحت دیگراں را نصیحت ہے -

شبہ (۲) بخاری میں ابن عباس سے منقول ہے کہ اول جمعہ جو کہ بعد جمعہ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے پڑھا گیا تھا تو مسجد عبد القیس میں ہوا تھا جو کہ جواثا میں ہے اور وہ بحرین کی قریوں میں سے ایک قریہ ہے
یعنے گانوں ہے جو شہر کی شرط کے مخالف ہے - **جواب** ہم نہیں مانتے کہ جواثا گانوں تھا بلکہ
وہ تو خاصہ شہر تھا کتب تواریخ و لغت سے یہی ثابت ہے یہانتک کہا گیا ہے کہ اسمیں چار ہزار آدمی
سے زیادہ آباد تھے **عینی** شرح بخاری میں ہے وحکی ابن التین عن الشیخ ابی الحسن
انہا مدینۃ وفی الصحاح للجوھری والبلدان للزمخشری جواثا حصن بالبحرین
وقال ابو عبید البکری ھی مدینۃ بالبحرین لعبد القیس قلنا کلا نسلم انہا قریۃ

بل هی مدینة لما حکینا عن البکری وغیره حتی قیل کان یسکن فیها فوق
اربعة الاف نفس والقریة لا تکون کذلک انتهی ملخصًا اور قریہ کا اطلاق شہر
پر بھی آتا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم ۰
اور ہر دو قریہ سی مقصود مکہ اور طائف ہی جو کہ بالاتفاق شہر ہیں پس جواثا پر قریہ کا اطلاق اسکی شہر ہونے
کو مانع نہیں ہی اور اگر بالفرض جواثا کو گاؤں ہی مان لیں تو یہ بات حدیث میں کہاں ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اطلاع کی اسکو ثابت رکہا تہا فمن ادعی فعلیه البیان ودونه خرط القتاد
اور یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیہات میں جمعہ نہیں پڑہتے تہی
بلکہ شہر میں آکر پڑہا کرتے تہی بخاری میں ہی عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم قالت
کان الناس ینتابون الجمعة من منازلهم والعوالی الخ یعنی حضرت عائشہ سی مروی
ہے کہ لوگ (صحابہ) نوبت بہ نوبت جمعہ پڑہنے کو اپنی منزلوں اور عوالی سی آیا کرتے تہی عوالی جانب
بلندی شہر کو کہتے ہیں یعنی قریب قریب شہر مدینہ سی جو صحابہ تین چار کوس پر رہتے تہی وہ مدینہ
میں جمعہ پڑہنے کو آیا کرتے تہی اس سی ظاہر ہے کہ دیہات میں جمعہ نہ پڑہتے تہی اور نیز نوبت بہ نوبت
جو آتے تہی تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ انپر جمعہ فرض نہیں تہا بلکہ صرف استحبابًا و استماع وعظ و حصول
برکت جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لئے آتی تہے ورنہ سب کے سب ہمیشہ آتے یا وہیں پڑہ لیا کرتی
اور شراح حدیث نے بھی یہی سمجہا ہی اور جب صحابہ گہر پر رہتی ہونگے تو ضروری کہ ظہر ہی پڑہتے ہونگی
اور امام بخاری نے جو باب فی القری والمدن باندہا ہی تو مراد انکی قریہ سی قریہ جامعہ ہی جو کہ شہر کے
حکم میں ہی کیونکہ باب من این توتی الجمعة میں لکہا ہی وقال عطاء اذا کنت فی قریة
جامعة فنودی بالصلوٰة من یوم الجمعة فحق علیک ان تشهدها سمعت
النداء او لم تسمعه وکان انس فی قصره احیانا یجمع واحیانا لا یجمع وهو
بالزاویة علی فرسخین انتهی یعنی باب اس بات کا کہ جمعہ کو کہاں سے آیا جاوے اور کہا
عطا (تابعی) نے جبکہ تو قریہ جامعہ میں ہو پہر جمعہ کی نماز کی اذان ہو جاوے تو تجہپر لازم ہے کہ
جمعہ کو حاضر ہو اذان سنے یا نہ سنے۔ اور ہے حضرت انس رض کہ کبھی تو اپنے مکان میں جمعہ پڑہ لیتے
تہے اور کبھی نہیں پڑہتے تہی انتہی دیکہو قریہ جامعہ کی قید عطا تابعی نے لگائی ہی جسکو شہر کہنا
چاہیے اور حضرت انس رض کا کبھی گاؤں میں جمعہ نہ پڑہنا صاف بتلا رہا ہی کہ وہاں انپر جمعہ فرض نہ تہا
ورنہ ترک کیوں کیا۔ اور جو پڑہتے تہی تو بطور استحباب ہی پڑہتے ہونگے ورنہ کبھی ترک کیوں

کرتے۔ **سوال** (۴) بہلا شہر کی تعریف تو بتلاؤ کہ کیا ہے **جواب** اسمیں روایات مختلفہ
ہیں مگر اصح وہی ہے جو ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے کہ جسمیں والی قاضی بازار ہوں لیکن والی قاضی کی
قید اتفاقی ہے کیونکہ اسوقت کوئی شہر اُنسے خالی نہ تھا بلکہ کوچے اور بازاروں کے ہونے اور
قیام قاضی وغیرہ کی شرط سے یہ مراد ہے واللہ اعلم کہ وہ ایسی بڑی آبادی ہو کہ جہاں بلحاظ تمام حاجات
کے کوچے اور بازار ہوں اور قاضی وغیرہ کا قیام ہوتا ہو اگرچہ کسی خاص عارض کے سبب سے وہاں
قاضی اور والی کا قیام شہروں یا کم از کم قصبات اور بڑے گانوں میں ہوتا ہے نہ دیہات میں
پس اصل تعریف شہر کی وہی نکلی کہ جسکو عرف عام میں شہر کہا جاتا ہے اور فقہا کی اصطلاح کے موافق جس کو
اُنہوں نے مدلل سمجھا ہے .. وہ موضع بھی شہر ہو جاتا ہے جسکو امام المسلمین و بادشاہ شہر قرار دے
اور وہاں قاضی اور والی کو اقامت حدود جمعہ کے لئے مقرر کر دے اور منبر اور خطیب مقرر کر دے
حتی کہ اگر وہ پھر وہاں سے اُن سب کو معزول کر دے تو پھر وہی گانوں ہی رہ جائیگا جیسا کہ **عینی**
شرح بخاری میں ہے وعن محمد موضع مصرہ الامام فھو مصر حتی انہ لو بعث الی
قریۃ نائبا لاقامۃ الحدود والقصاص یصیر مصرا فاذا عزلہ ودعاہ تلحق بالقری
انتہی۔ **ردالمحتار** حاشیہ درمختار میں ہے وعبارۃ القھستانی وتقع فرضا فی القصبات
والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابو القسم ھذا بلا خلاف اذا اذن الوالی
او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ھذا مجتھد فیہ فاذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ انتہی۔ **سوال** (۵) چھوٹے چھوٹے گانوں میں آجکل جمعہ پڑھ
لیتے ہیں سو وہ ادا ہوتا ہے یا نہیں۔ **جواب**۔ جبکہ اوپر کی تحقیق سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے
کہ شہر یا بڑے قصبہ یا بڑے گانونکا ہونا یا جسکو امام شہر کے حکم میں بناوے جمعہ کے ادا کیلئے شرط
ہے تو ایسے چھوٹے گانوں میں جو کہ نہ شہر ہے اور نہ حکم شہر میں جمعہ ادا نہوگا اور اگر باعث
اعظم شعار اسلام کی پڑھینگے تو ادائے ظہر وہاں پر لازم ہوگی چنانچہ **ردالمحتار** میں یہ عبارت
قہستانی کی مذکور ہے وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا
قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ النفل بالجماعۃ
الا تری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر وھذا اذا لم یتصل بہ
حکم فان فی فتاوی الدیناری اذا بنی مسجد فی الرستاق بامر الامام فھو امر بالجمعۃ
اتفاقا علی ما قال السرخسی اھ فافھم والرستاق القری کما فی القاموس اھ وھو شرط

اداکی اسلام کے بادشاہ یا اُسکے نائب کا ہونا یا اُنکا اذن ہو اور یہ شرط بھی حدیث سے ثابت ہے
عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلموا ان اللہ
قد افترض علیکم الجمعۃ فی مقامی ھذا فی یومی ھذا فی شھری ھذا فی عامی
ھذا الی یوم القیامۃ فمن ترکھا فی حیوتی او بعدی ولہ امام عادل او جائر استخفافا
بھا او جحودا بھا فلا جمع اللہ شملہ ولا بارک لہ فی امرہ رواہ ابن ماجۃ
یعنی حضرت جابر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے تمپر
جمعہ کو فرض کیا ہے میرے اس مقام میں میرے اس دن میں میرے اس مہینہ میں میرے اس سال میں
قیامت تک پھر جو شخص کہ اسکو چھوڑ دے میری زندگی میں یا میرے بعد اس حالت میں
کہ اُسکے لئے بادشاہ عادل ہو یا ظالم ہلکا جانکر یا انکاری ہوکر تو اللہ تعالیٰ اُسکی پراگندگی کو
جمع نہ کرے اور نہ اُسکے کام میں برکت دے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور عینی شرح ہدایہ
میں لکھا ہے اخرجہ البزار من وجہ اخر وروی الطبرانی فی الاوسط من حدیث
ابن عمر نحوہ قلت ھذا الحدیث روی من طرق مختلفۃ فحصل لہ بذلک قوۃ
فلا تمنع من الاحتجاج بہ انتہی - یعنی نکالا اس حدیث کو بزار نے اور طریقہ سے اور روایت
کیا طبرانی نے اوسط میں حدیث ابن عمر سے مثل اسکے میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مختلف طریقوں
سے روایت کیگئی ہے پھر اسکو اسوجہ سے قوت حاصل ہوگئی ہے اب اسکو دلیل لانے سے کوئی
امر مانع نہیں ہے اور سلطان کا اہل اسلام سے ہونا شرط ہے کیونکہ حدیث بالا اسکا ماخذ ہے
اور اسمیں لفظ امام موجود ہے اور امام نہیں ہوتا مگر مسلم اور نیز سلطان کا لقب عرف عام
میں سوائے مسلمان بادشاہوں کے غیر اسلامی بادشاہوں پر نہیں آیا ہے اور پہلے پہل یہ
لقب سلطان محمود کو ملا ہے جیسا کہ تواریخ سے ثابت ہے پس جہاں کتب فقہ میں سلطان کا
لفظ بجائے امام کے لکھا ہے اسکو جس نے عام مراد لیا ہے ماخذ و عرف کے خلاف کیا ہے جو قابل
اعتماد نہیں اور بخاری میں ہے عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول کلکم راع وزاد اللیث قال یونس کتب رزیق بن حکیم الی ابن
شھاب وانا معہ یومئذ بوادی القری ھل تری ان اجمع ورزیق علی ارض یعملھا و
فیھا جماعۃ من السودان وغیرھم ورزیق یومئذ علی ایلۃ فکتب ابن شھاب
وانا اسمع یامرہ ان یجمع یخبرہ ان سالما حدثہ ان عبد اللہ بن عمر یقول

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کلکم راع وکلکم مسئول عن
رعیتہ انتہی۔ اس حدیث میں رزیق کا جو ایلہ میں تہے ابن شہاب سے جمعہ کیلئے اذن طلب کرنا مذکور
ہے۔ غرضکہ یہ شرط بہی ہندوغیرہ میں نہیں پائی جاتی اور شک قوی کیلئے کافی ہے سوم شرط
ادائے جمعہ کی ظہر کا وقت ہے قبل ظہر یا بعد اسکے جائز نہیں عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم کان یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس رواہ البخاری یعنے حضرت انس سے روایت
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز جبکہ سورج ڈہل جاتا پڑہتے تہے عن انس قال کان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد البرد بکر بالصلوۃ واذا اشتد الحر ابرد بالصلوۃ
یعنے الجمعۃ رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال
تہا کہ جب سخت جاڑے ہوتے تہے تو نماز جمعہ کے لئے جلدی کیا کرتے تہے اور جب
سخت گرمی کا موسم ہوتا تہا تو ٹہنڈے وقت میں پڑہتے تہے۔ روایت کیا اسکو بخاری
نے۔ چہارم شرط ادائے جمعہ کی خطبہ ہے بدون خطبہ کے جمعہ جائز نہیں ہے اور یہ شرط بالاجماع
ثابت ہے اور حدیث سے بہی ثابت ہے۔ عن جابر بن سمرۃ قال کانت للنبی صلی اللہ
علیہ وسلم خطبتان یجلس بینہما یقرء القرآن ویذکر الناس فکانت صلوتہ قصدا
وخطبتہ رواہ مسلم عن عمار قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
ان طول صلوۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوۃ واقصروا
الخطبۃ وان من البیان لسحرا رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ یعنے حضرت جابر بن
سمرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبہ ہوتے تہے اور ان دونوں میں
بیٹہتے تہے قرآن پڑہتے تہے اور لوگوں کو وعظ فرماتے تہے پہر آپ کی نماز مختصر ہوتی تہی
اور خطبہ بہی مختصر روایت کیا اسکو مسلم نے حضرت عمار سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تہے آدمی کا نماز کو لمبی پڑہنا اور خطبہ کو مختصر پڑہنا اسکی فقہ کی نشانی ہے
سو لمبا کرو نماز کو اور مختصر کرو خطبہ کو اور بعض بیان تو جادو ہوتا ہے روایت کیا اسکو مسلم نے
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ امام کو خطبہ مختصر پڑہنا چاہئے آجکل جو بعض امام لنبے لنبے خطبہ اور
دیر تک وعظ کرتے رہتے ہیں حدیث کے خلاف ہے پنجم شرط ادائے جمعہ کی جماعت ہے بدون جماعت
جائز نہیں اور یہ شرط بہی حدیث و اجماع سے ثابت ہے عن طارق بن شہاب قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا علی

اربعة عبد مملوک او امرءة او صبی او مریض رواه ابوداود کذا فی المشکوٰۃ
اس حدیث میں جماعت کا بھی ذکر ہے **ششم** شرط اداکی اذن عام ہے یعنے مسجد میں آنیکا
سب کو اختیار ہو کسی کی تخصیص نہو ورنہ جائز نہو گا اور یہ اسلئے شرط ہے کہ قول اللہ تعالیٰ کا
اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ اس بات کی
طرف مشعر ہے کہ یہ ندا بطور اشتہار کے ہو اور جمعہ کو جمعہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ مسجدوں کی گئی
جماعتیں ایک جگہ اکٹھی ہوں تو اقتضاءً یہ بات نکل آئی کہ سب جماعتیں ماذون ہوں کیونکہ یہ
حکم عام ہے۔ پھر بعض کی تخصیص عموم کی منافی ہوگی اور غرض اصلی فوت ہو جائیگی اسلئے بغیر
اذن عام کے جمعہ ادا نہو گا کذا یفہم من رد المحتار **فائدہ** بعض علمائے دین نے آیت جمعہ سے
ہی اکثر شرائط جمعہ کو ثابت کیا ہے لیکن احادیث کی تصریح عاملین بالحدیث کے لئے کافی
ہے **سوال ۶** ماسوائے ان شرائط کے اور کوئی شرط بھی ہے۔ **جواب** حدیث وفقہ
میں انکے سوا بعض اور شرطیں بھی مذکور ہیں مثلاً دن کا صاف ہونا یعنے بارش کا نہونا اور
برد شدید کا نہونا اور خوف کا نہونا بھی شرط ہے۔ پہلی دو شرطیں وجوب کی ہیں عن قتادة
عن ابی ملیح عن ابیه ان یوم حنین کان یوم مطر فامر النبی صلی اللہ علیه
وسلم منادیه ان الصلوٰۃ فی الرحال رواه ابوداؤد اور دوسری روایت
میں ہے ان ذلک کان یوم الجمعة انتہی یعنی حنین بارش کا دن تھا سو حکم کیا نبی صلی اللہ
علیه وسلم نے موذن کو کہ کہدے نماز گھروں میں پڑھو روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور وہ دن
جمعہ کا تھا اور بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کا جمعہ میں بارش کے دن اسپر عمل کرنا یعنے
لوگوں کو گھر میں ظہر پڑھنے کا حکم دینا مذکور ہے اور ابوداؤد میں باب التخلف عن
الجماعة فی اللیلة الباردة میں یوں مذکور ہے لیلة باردة او غداة قرة
یعنے ٹھنڈی رات ہو یا ٹھنڈا دن تخلف عن الجماعت کے لئے عذر ہے جو باب جمعہ
میں مذکور ہے اور خوف کا نہونا شرط اسلئے ہے کہ بوقت خوف اذن عام جاتا رہیگا
جو کہ ایک شرط ہے ادا جمعہ کی اور ایک **شرط** اور بھی ہے جسکے نہونے کی تقدیر پر شبہ
قوی ہے وہ یہ ہے کہ شہر میں جمعہ ایک ہی جگہ ہونا چاہئے کئی جگہ نہ چاہئے چنانچہ
میزان شعرانی میں ہے ومن ذلک قول الائمة الاربعة انه لا یجوز
تعدد الجمعة فی بلد الا اذا کثروا وعسر اجتماعهم فی مکان واحد قال

مالکی واذا اقیمت فی جوامع فالقدیم اولی انتہی یعنے ائمیں سے قول چاروں
اماموں کا یہ ہے کہ تعدد جمعہ ایک شہر میں جائز نہیں ہے مگر جبکہ لوگ زیادہ ہو جاویں اور
ایک جگہ اُنکا جمع ہونا مشکل ہو۔ امام مالک فرماتے ہیں جبکہ کئی جگہ جمعہ پڑہا جاوے تو جمعہ
جمعہ مسجد جامع قدیمی میں ہوگا وہی ادا کیلئے بہتر ہے اور آگے چلکر وہی امام شعرانی یہ فرماتے
ہیں فان قلت فما وجہ اعادة بعض الشافعیة الجمعة ظہرا بعد السلام
من الجمعة مع ان اللہ تعالی لم یفرض یوم الجمعة صلوة الظہر وانما
فرض الجمعة فلم تصلی الظہر الا عند العجز عن تحصیل شروط الجمعة مثلا
فالجواب ان وجہ ذلک الا الاحتیاط والخروج من شبہة منع الائمة
التعدد بقطع النظر عما ذکرناہ من خوف الفتنة او خوف وقوع التعدد
بغیر حاجة کما ہو مشاہد فی اکثر مساجد مصر وغیرہا انتہی یعنے اگر تم کہو
کیا وجہ ہے شافعیہ بعد سلام جمعہ کے ظہر پڑہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے جمعہ کے دن
ظہر کی نماز کو فرض نہیں کیا اسدن تو جمعہ ہی فرض کیا ہے پہر ظہر پڑہی جاویگی مگر اسوقت
جبکہ شروط جمعہ کے حصول سے عاجز ہوں مثلا تو جواب اسکا یہ ہے کہ اسکی وجہ احتیاط ہے
اور اس شبہہ سے نکلنا ہے جو کہ ائمہ نے تعدد جمعہ سے منع فرمایا ہے قطع نظر اس سے کہ ہمنے
فتنہ کا خوف یا وقوع تعدد بلا ضرورت کا ذکر کیا ہے جیسا کہ مصر کی اکثر مساجد وغیرہ میں دیکھا
جاتا ہے انتہی۔ اور رد المحتار میں صاحب بحر الرائق کے جواب میں لکھا ہے اقول
فیہ نظر بل ہو الاحتیاط بمعنے الخروج عن العہدة بیقین لان خلافہ
مروی عن ابی حنیفة ایضا واختارہ الطحاوی والتمرتاشی وصاحب المختار
وجعلہ العتابی الاظہر وہو مذہب الشافعی والمشہور عن مالک واحدی
الروایتین عن احمد کما ذکرہ المقدسی فی رسالتہ نور الشمعة فی ظہر الجمعة
بل قال السبکی من الشافعیة انہ قول اکثر العلماء ولا یحفظ عن صحابی
ولا تابعی تجویز تعددہا اھ وقد علمت قول البدائع انہ ظاہر الروایة
وفی شرح المنیة عن جوامع الفقہ انہ اظہر الروایتین عن الامام قال فی
النہر وفی الحاوی القدسی وعلیہ الفتوی وفی التکملة للرازی وبہ ناخذ اھ

فھو حینئذ قول معتمد فی المذھب لا قول ضعیف ولذا قال فی شرح المنیة وھو الاحتیاط لان الخلاف فی جواز التعدد وعدمه قوی و کون الصحیح الجواز للضرورة للفتوی لا یمنع شرعیة الاحتیاط للتقوی اھ قلت علی انه لو سلم ضعفه فالخروج عن خلافه اولی فکیف مع خلاف ھولاء الائمة وفی الحدیث المتفق علیه فمن اتقی الشبھات استبرأ لدینه وعرضه ولذا قال بعضھم فیمن یقضی صلوة عمره مع انه لم یفته منھا شیئ لا یکره لانه اخذ بالاحتیاط وذکر فی القنیة انه احسن ان کان فی صلوة خلاف المجتھدین ویکفینا خلاف من مر انتھی یعنے میں کہتا ہون کہ صاحب بحر کے قول میں شبہ اور نظر ہے بلکہ یہ احتیاط ظہر اس معنے کر ہے کہ فارغ الذمہ ہو جاویں کیونکہ جواز تعدد جمعہ اگرچہ دلیل کی روسے قوی اور غالب ہے لیکن اسمیں شبہ قوی ہے اسلئے کہ اسکے خلاف امام ابوحنیفہ سے بہی مروی ہے اور اختیار کیا اسکو طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اور عتابی نے اسی روایت کو ظاہر بنایا ہے اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے اور یہی امر امام مالک سے مشہور ہے اور امام احمد سے ایک روائیت یہی ہے جیساکہ ذکر کیا اسکو مقدسی نے اپنے رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ میں بلکہ شیخ سبکی شافعی نے کہا ہے کہ یہی قول اکثر علما کا ہے۔ اور کسی صحابی اور تابعی سے جواز تعدد جمعہ محفوظ نہیں ہے اھ اور ہم نے قول بدائع کا معلوم کرلیا ہے کہ یہی ظاہر روائیت ہے اور شرح منیہ مین جوامع الفقہ سے منقول ہو کہ یہی امام سے ظاہر روائیت ہے اور نہر میں لکہا ہے حاوی قدسی میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور تکملہ رازی میں ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اھ پہر و اسوقت مذہب میں معتبر قول ہے نہ ضعیف اسلئے شرح منیہ میں کہا ہے کہ یہی احتیاط ہے کیونکہ تعدد جمعہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف قوی ہے اور فتوی کی ضرورت کے لئے جواز کا صحیح ہونا تقوی کیلئے احتیاط ظہر کے مشروع ہونیکو مانع نہیں ہے اھ میں کہتا ہوں علاوہ یہ کہ اگر عدم جواز کا ضعف تسلیم بہی کیا جاوے تو بہی خلاف سے نکلنا بہتر ہے پہر باوجود اختلاف ان ائمہ کے کیونکر بہتر نہوگا اور حدیث متفق علیہ میں ہے کہ جو شخص شبہات سے بچا تو اُسنے اپنے دین وعزت کو بچالیا اسی لئے بعض فقہا نے کہا ہے کہ جو شخص اپنی تمام عمر کی نمازونکو قضا کرتا رہے باوجودیکہ اس سے ایک نماز بہی فوت نہولی ہو تو مکروہ

نہیں کیونکہ اُسنے احتیاط پر عمل کیا اور قنیہ میں مذکور ہے کہ یہ امر احسن ہے اگر اُسکی نماز میں مجتہدین کا خلاف ہو اور ان ائمہ کا خلاف کرنا جو گذر چکا ہے ہمارے لئے کافی ہے اھ انتہی - اور آجکل فی الواقع ایک شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونیسے مسلمانوں کے اتفاق میں بڑا فرق آتا ہے بہت مناسب ہے کہ جمعہ بڑی مسجد میں سب ملکر پڑھا کریں اور آگے چلکر اسی ردالمحتار میں لکھا ہے ثم نقل المقدسی عن الفتح انہ ینبغی ان یصلے اربعا ینوی بھا اٰخر فرض ادرکت وقتہ ولم اؤدہ ان تردد فی کونہ مصرا او تعددت الجمعۃ وذکر مثلہ عن المحقق ابن جرباش قال ثم قال وفائدتہ الخروج عن الخلاف المتوھم والمحقق وان کان الصحیح صحۃ التعدد فھی نفع بلا ضرر ثم ذکر مایوھم عدم فعلھا ودفعہ باحسن وجہ وذکر فی النھر انہ لا ینبغی التردد فی ندبھا علے القول بجواز التعدد خروجا عن الخلاف اھ وفی شرح الباقانی ھو الصحیح انتہی یعنے پھر نقل کیا مقدسی نے فتح سے کہ بیشک لائق ہے یہ کہ چار رکعتیں پڑہی جاویں ان میں آخر فرض ظہر کی نیت کرے کہ میں نے اسکا وقت پایا اور ابہی ادا نہیں کیں اگر اسکے شہر ہونے میں تردد ہو یا جمعہ چند جگہ ہوتا ہو اور اسی کی مثل ذکر کیا محقق ابن جرباش سے کہا مقدسی نے کہ پھر کہا (جرباش نے) اور فائدہ اسکا نکلنا ہے خلاف متوہم یا محقق سے اگرچہ تعدد جمعہ صحیح ہے سو وہ نفع ہے بلا نقصان پھر ذکر کیا وہ امر جس سے وہم عدم فعل کا ہوتا تہا اور اسکو اچہی طرحسے دفع کر دیا اور نہر میں ذکر کیا گیا ہے کہ اسکے مندوب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے قول جواز تعدد کی بنا پر خلاف سے نکلنے کیلئے اور شرح باقانی میں ہے کہ یہی امر صحیح ہے انتہی اس تقریر سے کئی امر ثابت ہوئے ایک تو یہ کہ بعض شافعیہ بہی احتیاط الظہر پڑہتے ہیں دوم یہ کہ اگرچہ جواز تعدد جمعہ صحیح ہے لیکن چونکہ ائمہ کبار وصحابہ وتابعین سے جواز تعدد منقول ومحفوظ نہیں بلکہ ائمہ سے منع ثابت ہے تو شبہ قوی ہونے کے سبب احتیاط الظہر پڑہنی چاہئے سوم یہ کہ اس احتیاط ظہر کے پڑہنے میں نفع ہے کچہہ نقصان نہیں - پس کوئی امر معتدبہ مانع نہیں ہے **سوال** یہانیر ماسوا اُن دو شبہوں کے چند شبہ اور بہی ہیں جنکو منکرین اپنی تقریروں اور تحریروں میں ذکر کیا کرتے ہیں اور بعض وہ بہی ہیں جو انکی تحریروں سے زائد اور ممکن ہیں اُنکے جواب شافی

فائدہ احتیاط ظہر میں نفع بلا نقصان ہے

ترتیب وار دو **شبہ ۳** جمعہ کا فرض ہونا آیت قطعی سے ثابت ہے اور شرائط مذکورہ ظنی ہیں جو کہ معارض دلیل قطعی کی نہیں ہوسکتیں پس جمعہ مطلقاً فرض کہنا چاہیئے۔

جواب سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست + اگر اس شبہ کا یہ مطلب ہے کہ فرضیت جمعہ مطلق ہے اور اُن شرائط کے بیان سے ساکت ہے جنکا ذکر احادیث میں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اسیطرح ان شروط وقیود سے بھی ساکت ہے جنکا ضروری ہونا منکرین کے نزدیک بھی مسلم ہے مثلاً آیت میں فقط یوم جمعہ کا ذکر ہے جو شامل ہے تمام دن کو اور اسمیں تخصیص ظہر کے وقت کی نہیں ہے۔ اب چاہیئے کہ جمعہ کبھی بعد طلوع آفتاب کبھی بوقت چاشت کبھی دوپہر کو کبھی ظہر کو کبھی عصر کے وقت بھی جائز ہو حالانکہ ایسی تعمیم نہ منکرین کے نزدیک جائز ہے اور نہ معمول بہ علیٰ ہذا آیت میں ذکر تعیین رکعات اور نیز قید جماعت اور آبادی کے نہیں ہے تو چاہیئے کہ کبھی ایک رکعت کبھی دو کبھی تین کبھی چار رکعت جائز ہو اور نیز کبھی فرادے کبھی باجماعت گاہے جنگل گاہی گھر میں بھی جائز ہو حالانکہ یہ تعمیم کوئی عاقل پسند نہ کریگا۔ پھر جو جواب انکا خاطر شریف میں گذریگا وہی دیگر قیود و شرائط کا بھی سمجھہ لو مثلاً یہی جواب ہوگا کہ گو آیت قطعی ہے مگر مجمل ہے اور طالب بیان اور وہ احادیث جنمیں یہ شروط ہیں اسکی مبین ہیں تو اسی طرح ان شرطوں کو بھی سمجھو جنکے انکار کیلئے یہ شبہ ذہن میں گذرا تھا اور تفرقہ فیما بین الشرائط تحکم ہے اور عمل ہے نؤمن ببعض ونکفر ببعض پر پس ان شرائط کو معارض سمجھنا اُلٹا اعتراضوں کے بوجہ کو اپنے سر اُٹھانا ہے ہاں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا یہ شرائط احادیث سے ثابت ہیں یا نہیں سو انکا ثبوت اچھی طرح احادیث سے ہو چکا ہے فتذکر ولا تنفر علاوہ اسکے ہم تو آیت وحدیث ہر دو پر عمل کرتے ہیں ایک کو دوسرے کیوجہ سے ترک نہیں کرتے یعنی آیت کے موافق جمعہ پڑھ لیتے ہیں اور حدیثوں کے موافق احتیاط الظہر بھی پڑھ لیتے ہیں بخلاف تارکین احتیاط کے کہ اُنسے عمل بالحدیث ترک ہوتا ہے اور بخلاف تارکین جمعہ کے کہ اُنسے عمل بالآیت چھوٹ جاتا ہے پس عاملین احتیاط کا امر افراط اور تفریط سے خالی ہے اور خیر الامور اوسطہا سے مملو اب معلوم نہیں کہ منکرین جو بڑے شد ومد سے دعوی عمل بالحدیث کا دم مارتے ہیں یہاں نیر کیوں انکار کر رہے ہیں **لِمَ تَقُولُوْنَ مَا لَا**

یعنی کہتے ہیں وہ بات جو خود نہیں کرتے ۱۲ منہ

یفعلون **شبہ** - اس نماز احتیاطی کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ بدعت ہے کیونکہ یہ ایک بادشاہ عباسی معتزلی کا ایجاد ہے اور جو مولوی عبد الدینار ہیں وہ بحکم بادشاہ مذکور اپنی کتب میں درج کر گئے **جواب** سے مثل رقیب جھوٹے کے ہم آشنا نہیں - جو بات راست ہو کہدیں ہزار میں - اس احتیاط کے اصل سے انکار وہی شخص کرسکتا ہے جسکو تفقہ فی الحدیث سے حصہ نہیں ملا ہے یا عمداً ضد کر رہا ہے لو ہم بتا دیتے ہیں کہ اس احتیاط کے لئے اصل صحیح موجود ہے جس میں دگنا ثواب کا ملنا ثابت ہے مشکوٰۃ میں ہے عن ابی سعید الخدری قال خرج رجلان فی سفر فحضرت الصلوٰۃ ولیس معھما ماء فتیمما صعیدا طیبا فصلیا ثم وجد الماء فی الوقت واعاد احدھما الصلوٰۃ بوضوء ولم یعد الاخر ثم اتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرا ذلک فقال للذی لم یعد اصبت السنۃ واجزءتک الصلوٰۃ وقال للذی توضاء واعاد لک الاجر مرتین رواہ ابو داود والدارمی والنسائی یعنے ابو سعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ نکلے دو شخص سفر میں پھر نماز کا وقت آگیا ایسی حالت میں کہ اُنکے پاس پانی نہ تھا پھر تیمم کیا دونوں نے اور نماز پڑھ لی پھر دونوں نے وقت کے اندر ہی پانی پالیا تو اُنمیں سے ایک شخص نے وضو کر کے نماز کو لوٹا لیا اور دوسرے نے نہ لوٹایا پھر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسکا ذکر کیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو کہ جس نے نماز دوبارہ نہیں لوٹائی تھی فرمایا کہ تم سُنت کو پہنچ گئے اور تمہاری نماز کافی ہوگئی اور جس نے پھر لوٹائی تھی اُس سے یوں فرمایا کہ تمکو دوہرا ثواب ملا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور دارمی اور نسائی نے اور دوسری نظیر بحالت شک احتیاط پر عمل کرنیکی وہ ہے جو کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کہا ہے قال سفیان ھذا الفقہ بعینہ لقول اللہ تعالیٰ فلم تجدوا ماء فتیمموا وھذا ماءٌ وفی النفس منہ شیئ یتوضاء بہ ویتیمم انتہی یعنے کہا سفیانؒ نے یہ بعینہ فقہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو اور یہ پانی ہے جسمیں شبہ ہے اُس سے وضو کیا جائے اور تیمم کیا جائے انتہی - اور کہا قسطلانی شارح بخاری نے اسکی شرح میں لان الماء الذی یشک فیہ لاجل اختلاف العلماء رضی اللہ عنھم کالعدم فیحتاط للعبادۃ انتہی یعنے وضو و تیمم پانی مشکوک سے اسلئے کیا جاوے کہ جس پانی میں شک ہو بباعث اختلاف علمائے رضی اللہ عنہم کے تو وہ پانی گویا موجود نہیں ہے پھر

جلد اول صفحہ ۲۰۰ سطر ۱۲

عبادت کے لئے احتیاط کیجائیگی تیسری نظیر وہ ہے جو کہ کبیری شرح منیہ میں ہے ومن لم یجد ماءً الا سور الحمار او البغل الذی امرہ اتان یتوضأ بہ ویتیمم وایھما قدم جاز خلافاً لزفر فانہ عندہ لابد ان یقدم الوضوء علی التیمم للخروج عن العھدۃ بیقین انتہی یعنے جو شخص کہ سوائے گدہے یا خچر کے جوٹھے پانی کے اور کوئی پانی نہ پاوے تو اُس سے وضو کرے اور تیمم بہی کرے اور ان دونوں سے جسکو پہلے کرلے جائز ہے بخلاف امام زفرؒ کے کہ اُنکے نزدیک وضو کا مقدم کرنا تیمم پر ضروری ہے اور یہ دونوں امر اسلئے ہیں کہ اپنے ذمہ سے یقیناً بری ہوجاوے انتہی۔ ایساہی دیگر کتب فقہ میں ہے۔ اب معلوم ہوا کہ کسی امر شرعی میں بوقت شک فارغ الذمہ ہونیکے لئے احتیاط پر عمل کرنا شرعاً ثابت ہے جس سے دُگنا ثواب ملتا ہے اور حدیث سے یہ مضمون ثابت ہے کہ جو شخص شبہ سے بچے تو اُسنے اپنے دین و عزت کو بچایا پس جبکہ احتیاط الظہر کے لئے اصل شرع سے ثابت ہوا تو فرمایئے بدعت کیونکر ہوا بلکہ اس سے انکار کرنا بدعت ہوگا اور کسی بادشاہ معتزلی کیطرف اسکو منسوب کرنا بالکل جھوٹا بناوٹی قصہ ہے کسی کتاب معتبر میں اسکا ذکر نہیں ہے پہر کوئی کل کا پڑہا ہوا بلا سند اپنی تحریر یا تفسیر میں لکھدے تو کیسے معتبر ہوسکتا ہے۔ لو ہم اصل صحیح بات کتب معتبرہ سے بتلاتے ہیں کہ جنہوں نے احتیاط الظہر کا حکم دیا ہے وہ اماماں دین وپیشوایان اہل یقین تھے نہ عبدالدینار نعوذ باللہ من ہذا الاعتبار خیانچہ ردالمحتار میں ہے وفی القنیۃ لما ابتلے اھل مرو باقامۃ الجمعتین فیھا مع اختلاف العلماء فی جوازھا امرائمتھم بالاربع بعد ھما حتماً احتیاطاً اھ ونقلہ کثیر من شراح الھدایۃ وغیرھا وتداولوہ وفی الظھیریۃ واکثر مشائخ بخارا علیہ لیخرج عن العھدۃ بیقین انتہی یعنے قنیہ میں ہے کہ جو وقت شہر مرو کے لوگ دوجگہ جمعہ پڑہنے میں مبتلا ہوئے باوجودیکہ علماء کا اسکے جواز میں اختلاف تہا تو وہانکے اماموں نے حکم دیا کہ بعد ہر دو نوں جمعہ کے چار رکعت ضروری احتیاطاً پڑہی جاویں اھ اور نقل کیا اسکو بہت سے شارحین ہدایہ وغیرہ نے اور اسی پر اُنہوں نے عمل کیا اور ظہیریہ میں ہے کہ اکثر مشائخ بخارا کے اسی پر ہیں تاکہ نمازی یقیناً فارغ الذمہ ہوجاوے انتہی۔ پس جس حالت میں کہ قواعد شرع سے اسکے لئے اصل موجود ہے اور ادلہ شرعیہ اُسکے وجوب یا استحسان پر دال ہیں اور اماماں دین کا اسکے موافق امر اور عمل ہے تو پہر اسکو کسی مجہول بادشاہ کیطرف منسوب کرنا اور بدعت بتانا بجز ارتکاب بدعت و اختیار جہالت و اظہار عداوت کچھہ فائدہ

شبہ ۵ بعض کتب فقہ میں اوسکو خلاف مذہب کہا ہے اور صاحب بحرالرائق نے اسکے عدم جواز کا فتوی دیا ہے اور احتیاط اسکے نہ پڑھنے میں بتلائی ہے **جواب ۵** جناب مطلب کی بات نہ لیجیو ذرا آنکھیں کھول کر بھی دیکھیے کہ کتب فقہ میں کس شد و مد سے احتیاط الظہر کو ثابت کیا ہے اور جن فقہائے کرام نے اسکی تائید کی ہے وہ بھی سب حنفیہ سے ہیں جو اہل مذہب ہیں بلکہ بعض تو انمیں مجتہد فی المذہب ہیں جیسے شیخ ابن الہمام وغیرہ ہاں صاحب بحرالرائق نے صرف بباعث خوف اعتقاد عدم فرضیت جمعہ کے احتیاط الظہر کے منع کا فتوی دیا ہے لیکن از روئے تحقیق اور بشرط انصاف اسکا جواب چند وجوہ سے ہے اول یہ کہ انکا کلام شرائط مشہورہ مذکورہ بالا کے مفقود یا مشتبہ ہونیکی تقدیر پر نہیں ہے بلکہ صرف عدم جواز تعدد جمعہ کے شرط میں انکا خلاف ہے دوم یہ کہ انکا فتوی بمقابلہ جمہور فقہائے حنفیہ قابل حجت نہیں ہے دیکھو شہر مرو میں جبکہ تعدد جمعہ میں اختلاف ہوا تو وہاں کے ائمہ نے احتیاط الظہر کا حکم دیا اور بہت مشایخ و فقہائے حنفیہ و بعض شافعیہ نے اسپر عمل کیا ہے کما مر سیوم یہ کہ احتیاط الظہر کا خفیہ پڑھنا انکے کلام میں بھی موجود ہے جس کو منکرین ذکر نہیں کرتے دیکھو ہم دکھا دیتے ہیں اصل عبارت انکی یہ ہے وقد افتیت مرارا بعدم صلوۃ الاربع بعدھا بنیۃ اخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وھو الاحتیاط فی زماننا واما من لایخاف علیہ مفسدۃ ھنا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیۃ انتہی۔ یعنے میں نے کئی بار چار رکعت آخر ظہر بعد جمعہ کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا ہے بباعث خوف اعتقاد عدم فرضیت جمعہ کے اور اس زمانہ میں یہی احتیاط ہے لیکن جس پر یہاں فساد کا خوف نہو تو اسکو یہ بہتر ہے کہ اپنے گھر میں پوشیدہ پڑھے انتہی مگر بنظر تحقیق یہ خوف انکا بھی اصل میں نیخوف ہے کئی وجہ سے اول یہ کہ مخالف ہے قول جمہور علماء کے جو کہ اسکو عموما ضروری فرماتے ہیں دوم یہ کہ جس حالت میں عوام کو بتلایا گیا کہ جمعہ بہ نیت فرض پڑھیں اور بعد اسکے ظہر بھی احتیاطا ضرور پڑھیں تو اعتقاد عدم فرضیت جمعہ کی کوئی وجہ نہیں جسکا خوف ہو سوم جبکہ احتیاط ظہر کا پڑھنا بحالت شک و جود شرائط وجوب کے درجہ تک ہے کما سیاتی تو خفیہ گھر میں پڑھنے کا حکم دینا بھی عجیب سے یہ کوئی بات چوری کی نہیں اور عوام کا خوف غیر معتبر ہے جبکہ انکو بتلا دیا جاتا ہے تو سمجھ جاتے ہیں اور جو ضد سے نہ مانیں تو انکا علاج ہی اور ہے چہارم عوام بلکہ خواص کا اختلاف اور فساد بعض

ہم سے نہیں و مرے وہ کام نہیں مطلب + اپنے مطلب کی بات سنتے ہیں +

ع ہوا ہے شاہد ان کا عین غیب کی جستجو میں سالک ذوق

چلا آتا ہے ایک ہی مسئلہ میں کسقدر اختلاف ہے کہ ایک فریق اسکو ضروری سمجھتا ہے اور دوسرا اسی
کو ناجائز و بالعکس پس کیا ایسی حالت میں ہر ایک فریق اپنے معمول بہ اور معتقد علیہ کو چھوڑ
سکتا ہے پنجم صاحب بحر نے جو اس زمانہ میں احتیاط کے نہ پڑھنے میں تبلائی ہے اسکا جواب
شامی نے رد المختار میں بخوبی دیدیا ہے کما مر مستوفیاً علیٰ ہذا باتباع صاحب بحر صاحب
در مختار نے خلاف مذہب جو کہا ہے اور نیز شامی نے باتباع مقدسی حالت فساد میں
خواص کے لئے اسکی تخصیص جو کی ہے تو اسکا جواب بھی وہی کافی ہے جو صاحب بحر
کے کلام میں گذرا اور لائق اتباع و قابل عمل و فتوی قول جمہور فقہائے متاخرین ہوا
کرتا ہے نہ قول ایک دو علماء کا بلا تحقیق و بلا دلیل فاہم اور کلام فقہائے کرام کا دربارہ
حکم احتیاط الظہر کچھ تو گذر چکا ہے باقی یہاں نیز نقل کیا جاتا ہے رد المحتار میں ہے ونقل
المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرا ینبغی لھم ان یصلوا
بعد الجمعۃ اربعاً بنیۃ الظھر حتی انہ لو لم تقع الجمعۃ موقعھا یخرجون عن
عھدۃ فرض الوقت باداء الظھر ومثلہ فی الکافی ۔ وبالجملۃ فقد ثبت انہ
ینبغی الاتیان بھذہ الاربع بعد الجمعۃ لکن بقی الکلام فی تحقیق انہ واجب
او مندوب قال المقدسی ذکر ابن شحنۃ عن جدہ التصریح بالندب و
بحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوھم اما عند قیام الشک
والاشتباہ فی صحۃ الجمعۃ فالظاھر الوجوب ونقل عن شیخہ ابن الھمام
ما یفیدہ انتھی ملتقطاً یعنی نقل کیا مقدسی نے محیط سے کہ وہ موضع جسکے شہر ہونے
میں شک ہو تو لوگوں کو چاہیئے کہ بعد جمعہ کے چار رکعت بہ نیت ظہر احتیاطاً پڑھیں
حتی کہ اگر جمعہ اپنے موقعہ پر ادا نہوا تو ظہر کے ادا کرنیسے فرض وقت کے ذمہ سے تو بری
ہو جائینگے اور اسیطرح کافی میں ہے ۔ حاصل کلام یہ کہ بیشک یہ تو ثابت ہو گیا کہ بعد جمعہ
کے یہ چار رکعت پڑھنی چاہیئے لیکن اسمیں کلام باقی رہا کہ آیا یہ رکعات واجب ہیں
یا مستحب مقدسی رح فرماتے ہیں کہ ذکر کیا ابن شحنہ نے اپنے دادا سے اسکے استحباب کو
اور اسمیں بحث کی ہے بایں طور کہ یہ استحباب فقط وہم کی صورت میں ہونا چاہیئے
لیکن بوقت قیام شک و شبہ جمعہ کی صحت میں تو ظاہر یہ ہے کہ (یہ چار رکعت) واجب
ہیں اور نقل کیا شیخ ابن الہمام سے وہ کلام جو اسکے مفید ہے انتہی ۔ اور کبیری میں

ے جیساکہ رسم المفتی میں شامی نے لکھا ہے ۱۲ منہ

ہے وعن ھذا الاختلاف فی المصر قالوا ان کل موضع وقع فیہ الشک فی جواز الجمعۃ ینبغی ان یصلی اربع رکعات وینوی بہا الظہر حتی لو لم تقع الجمعۃ موقعہا لخرج عن عہدۃ فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی انتہی یعنی اسی اختلاف تعریف مصر سے فقہا نے کہا ہے کہ بیشک وہ موضع کہ جسمیں جمعہ کے جواز میں شک واقع ہو تو چاہیئے کہ چار رکعت پڑہیں جسمیں ظہر کی نیت کریں حتی کہ اگر جمعہ اپنی موقع پر نہ ہوا تو نمازی وقتی فرض سے تو یقیناً نکل جائیگا ایسا ہی کافی میں ہے اور فتح القدیر میں شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں فاذا اشتبہ علی الانسان ینبغی ان یصلی اربعاً بعد الجمعۃ ینوی بہا آخر فرض ادرکت وقتہ ولم اؤد بعد فان لم تصح الجمعۃ وقعت ظہرا وان صحت کانت نفلا انتہی یعنے جبکہ انسان کو شبہ پڑجائے تو چاہیئے کہ چار رکعت جمعہ کے بعد پڑہے اسمیں نیت کرے آخر فرض کے کہ جسکا میں نے وقت تو پالیا ہے اور ابتک اسکو ادا نہیں کیا پہر اگر جمعہ صحیح نہوا تو ظہر ہو جائیگی اور اگر جمعہ صحیح ہوا تو یہ رکعات نفل ہو جائینگی انتہی۔ اور فتاوی عالمگیری میں ہے ثم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لوقوع الشک فی المصر او غیرہ واقام اہلہ ینبغی ان یصلی اربع رکعات وینوی بہا الظہر حتی لو لم تقع الجمعۃ موقعہا لخرج عن عہدۃ فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی وھکذا فی المحیط انتہی اسکا مطلب بہی وہی ہے جو اوپر کی عبارتوں میں گذرا علاوہ اِلٰہ دیگر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے اس رسالہ میں بنظر اختصار صرف ان کتب فقہ کا حوالہ دیا گیا فتح القدیر۔ محیط۔ کافی۔ کبیری۔ فتاوی عالمگیری۔ رد المحتار ظہیریہ۔ قنیہ۔ میزان شعرانی۔ نہر الفائق۔ شرح الباقانی۔ اور جمہور فقہا کا اسی پر عمل ہے۔ پہر بمقابلہ ان فقہائے کرام کے قول صاحب بحر و من تبعہ کا کہ بلا خائف خوف کرتے ہیں کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے جو محض بے دلیل بات ہے الغرض ہند و پنجاب وغیرہ میں جمعہ کے وقوع میں شک قوی کئی طرح ہے جہاں گانوں ہیں وہاں ایک تو شہر کی شرط مفقود ہے دوم سلطان مسلم یا اُسکے نائب و والی قاضی کا نہونا سوم بعض جگہ تعدد جمعہ کا

محمد ... ۱۹۱۶ء [illegible]

کا ہونا تو ظاہر ہے اور بادشاہ اسلام کا بھی مفقود ہے پس شبہہ قوی ہوا اسلئے احتیاطاً
اگر ظہر نہ پڑھینگے تو ظہر کا ادا کرنا ذمہ پر رہیگا اور بادجب علیہم کو چھوڑ کر گنہگار ہونگے واللہ اعلم
بالصواب **شبہہ ۶** بعض کتب میں ہے کہ اگرچہ سب شرائط مفقود ہو جاویں تو بھی فرضیت
جمعہ ساقط نہیں ہوتی **جواب** یہ بات عامل بالحدیث کی تو مجال نہیں کہ زبان پر لاوے
کیونکہ احادیث سے بعض افراد مثل عورت و مسافر و غلام وغیرہ پر عدم فرضیت جمعہ ثابت ہے
علی ہذا شرائط وجوب ادا، احادیث سے ثابت ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جنپر اجماع صحابہ
تابعینؒ وغیرہم کا ہو چکا ہے۔ پس بحالت انعدام جمیع شرائط قائل فرضیت کا ہونا اس شخص کا
کام ہے جو کہ احادیث و اجماع صحابہ کا منکر ہو۔ پھر یہ قول مخترعہ انکے نزدیک جو کہ قول مجتہد
تک سند جانتے ہیں کب قابل اعتماد ہے ہاں جمعہ بروقت موجودگی جمیع شرائط فرض قطعی ہے
جسکا منکر کافر ہے کما صرح بہ فی کتب الفقہ **شبہہ ۷**۔ یہ شرائط ضروری نہیں بلکہ
مستحسن ہیں کما صرح بہ بعض العلماء **جواب** جب یہ شرائط احادیث سے ثابت ہیں جو کہ ظاہرا
وجوب اور ضرورت پر دال ہیں پھر استحسان پر محمول کرنا بے دلیل کیونکر قابل قبول ہے
خصوصاً عاملین بالحدیث کے نزدیک جو کہ عند الضرورت بھی ظاہر حدیث کا ترک اور
اسمیں تاویل کو جائز نہیں سمجھتے ہاں کیوں نہو یہاں پر حنفیہ سے مقابلہ ہے الٹی رہے
شگون کو اپنی ناک کٹانا مناسب ہے مگر حنفیہ کی موافقت کو دل نہیں چاہتا پر نہیں چاہتا
؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی + گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد +
شبہہ ۸ یہ نماز احتیاطی مثل روزہ یوم الشک کے ہے جس سے ممانعت آئی ہے
جواب۔ البتہ معترضین کا بھی بھاری شبہہ تحریرات میں دیکھا جاتا ہے جسپر بڑے
اتراتے ہیں مگر خدا نے چاہا تو اس قیاس فاسد کا کنسج العنکبوت ہونا بخوبی روشن ہوا جاتا
ہے۔ وجہ اسکی صرف تفقہ فی الدین کی کسر ہے اسیلئے یہ وجہ ممانعت کسی فقیہ کو نہ سوجھی بلکہ
صرف انکا بندہ ہوا و قیاس کو مطلقاً فاسد جانکر مقلب وقت ایسی قیاس فاسد کا ارتکاب البتہ جای تعجب ہے۔ اب سنئے
کہ یہ قیاس کئی طرح پر غلط ہے اور مع الفارق۔ اول یہ کہ صوم یوم الشک اس نیت سے منع
ہے کہ اگر یہ رمضان کا دن ہے تو فرضی ہے والا نفلی اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ
جمعہ خالصاً فرض کی نیت سے پڑھا جاتا ہے اور احتیاط الظہر بھی خاص آخر ظہر کی نیت سے
پڑھی جاتی ہے اور بر تقدیر ادا ہونے جمعہ کے ان رکعتوں کا شرعاً نفل ہو جانا یا آخر

ظہر قضائے ادا ہو جانا ایک حکمی اور لزومی امر ہے جسمیں مکلف کا اختیار نہیں ہے۔
دوم اگر یوم الشک میں خالصاً نفل کی نیت کیجاوے تو یہ نیت صحیح ہے اور وہ روزہ
ادا ہو جائیگا اور مکلف یقیناً فارغ الذمہ ہو جائیگا کما فی کتب شراح الحدیث و الفقہ
بخلاف جمعہ کے کہ اُسکا مشکوک لاداہونا گو فرض ہی کی نیت خالصاً کیجاوے زائل نہیں
ہوتا اور مکلف یقیناً فارغ الذمہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ اعتبار معتبر پر موقوف نہیں بلکہ
فقط بعض شرائط کا مفقود ہونا وقوع شک کے لئے کافی ہے البتہ اس شک کا مرتفع ہونا
اسیطرح ہو سکتا ہے کہ بعد ادائے جمعہ شکیہ ظہر بھی احتیاطاً پڑھی جاوے تاکہ نمازی
یقیناً فارغ الذمہ ہو جاوے اور ہر دو میں سے ایک یقیناً ادا ہو جائیگا کما مر فی مسئلۃ
الصلوۃ بالوضوء و التیمم بماء المشکوک۔ سوم یہ کہ بباعث مشکوک ہونے جمعہ کے بعد
ادائے جمعہ ظہر احتیاطاً علیحدہ پڑھی جاتی ہے بخلاف روزہ شکی دن کے کہ اُسکے ساتھ
کوئی دوسرا روزہ احتیاطاً نہیں رکھا جاتا بلکہ صوم یوم الشک خود منع ہے ہاں اگر
قیاس ممکن ہوتا تو یہ تھا کہ جمعہ مشکوک پڑھنا نہ چاہیئے مثل صوم یوم الشک کی بلکہ ظہر ہی
پڑھنی چاہیئے لیکن یہ قیاس بھی تعمق نظر کے بعد گر جاتا ہے اسلیئے کہ جمعہ گو مشکوک ہے
لیکن اعظم شعار اسلام سے ہے بخلاف روزہ مذکورہ کے اور ظہر رفع شک کے لئے
پڑھی جاتی ہے بخلاف روزہ مذکورہ کے کہ اسکے رفع شک کے لئے کوئی دوسرا روزہ
نہیں رکھا جاتا بلکہ اسکے رفع کیلئے اسمیں صرف روزہ نفل کی نیت کافی ہے۔
فاین احدہما عن الآخر فاین القیاس فاین المنع فاین الشبہۃ و الاعتراض فافہم فانہ من
مزلۃ الاقدام **شبہہ ۹**۔ امام یا نائب اسکا ہندوستان میں پایا نہیں جاتا تو بنا بر
مذہب حنفیہ جمعہ نہوا اور جو بعض لکھتے ہیں کہ لوگ اپنا امام و قاضی مقرر کرکے جمعہ پڑھ لیا کریں
تو بنا بر اس روائت کے امام جمعہ ہر جگہ موجود ہے پھر احتیاط کی کیا حاجت ہے **جواب** اگرچہ
امام یا اُسکا نائب ہندوستان میں پایا نہیں جاتا لیکن جمعہ پڑھنا اس ملک میں جائز ہے جیسا کہ
رد المحتار کی کتاب الجمعہ میں ہے فی معراج الدرایۃ عن المبسوط البلاد التی
فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانہم لم یظہروا فیہا حکم
الکفر بل القضاۃ و الولاۃ مسلمون یطیعونہم عن ضرورۃ او بدونہا و
کل مصر فیہ وال من جہتہم یجوز لہ اقامۃ الجمع و الاعیاد و تقلید القضا

لا ستیلاء المسلمین علیھم فلو الولاة کفارا یجوز للمسلمین اقامة الجمعة و
یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین و یجب علیھم ان یلتمسوا والیا
مسلما انتھی۔ اور اسی کے کتاب القضاء جلد رابع میں تاتار خانیہ سے نقل کیا ہے
واما بلاد علیھا ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد و یصیر
القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیھم ان یلتمسوا والیا مسلما منھم اھ
وعزاہ مسکین فی شرحہ الی الاصل و نحوہ فی جامع الفصولین و فی الفتح
واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما فی بعض بلاد المسلمین
غلب علیھم الکفار کقرطبة الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد
منھم یجعلونہ والیا فیولی قاضیا و یکون ھو الذی یقضی بینھم و کذا ینصبوا
اماما یصلی بھم الجمعة اھ وھذا ھو الذی تطمئن النفس الیہ فلیعتمد نھر
انتھی یعنے وہ شہر کہ جنپر کفار حاکم ہیں وہاں مسلمانوں کو جمعہ اور عیدین کا قائم کرنا جائز
ہے اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے مقرر ہو سکیگا پھر ان پر واجب ہے کہ ان سے
والی مسلم کی درخواست کریں اھ اور مسکین نے اپنی شرح میں اسکو اصل کیطرف نسبت
کیا ہے اور ایسا ہی جامع الفصولین میں ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ جب سلطان نہو
اور نہ وہ کہ اُسے قاضی کا بنانا جائز ہو جیسا کہ بعض اُن بلاد مسلمین ہیں کہ جنپر کفار غالب
ہو گئے ہیں جسطرح آجکل قرطبہ ہے تو مسلمانوں پر ضرور ہے کہ اپنے میں سے کسی ایک
کو اتفاق کرکے والی بنادیں پھر وہ کسی کو قاضی بنادیگا کہ جو اُنکے فیصلے کیا کریگا اور ایسا ہی
کسیکو امام مقرر کریں کہ اُنکو جمعہ پڑھا دیا کرے اھ اور یہ وہ بات ہے کہ جس سے طبیعت
تسکین پالیتی ہے پھر اسپر اعتماد کیا جاوے انتھی پس یہانپر بھی اگرچہ شرط وجود امام یا
اُسکے نائب کی جو ایک ظنی شرط ہے متحقق نہو پر نماز جمعہ کو جو اعظم شعار اسلام ہے پڑھنا
ضرور چاہئے اور بہ سبب مفقود ہونے شرط مذکور کے احتیاطاً نماز ظہر کا ادا کرنا بھی ضرور
ہے تاکہ مکلف کو یقینی برائت ذمہ حاصل ہو جاوے اور موافق قول بعض کے امام جمعہ
ہر جگہ موجود سمجھنا سمجھ کی غلطی ہے کیونکہ عبارات مذکورہ سے واضح ہے کہ لوگ درخواست
کریں والی مسلم کی جو کہ فیصلہ شرعیہ کیا کرے پھر وہ امام جمعہ و خطیب مقرر کرے اور یہ
مراد نہیں ہے کہ آجکل کے جو معمولی ملا و خطیب موجود ہیں وہی کافی ہیں کیونکہ اس

بنا بر والی کی درخواست کی کیا ضرورت تھی پس اس شرط ظنی کے مفقود ہونے پر بحالت
مجبوری بعد جمعہ کے احتیاط الظہر پڑھنا کافی ہے نہ یہ کہ اسکی ضرورت نہیں ہے یا یہ کہ
جمعہ ہی نہیں چاہیئے فافہم **شبہہ ۱۰** جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا فرض ہے نہ ظہر اور ایک
وقت میں دونوں کا جمع کرنا بھی جائز نہیں **جواب** جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا بحالت
موجودگی جمیع شرائط قطعاً فرض ہے اور مُسقط ظہر ورنہ یقیناً اس روز جمعہ فرض ادا
نہوگا نہ ظہر بلکہ ہر دو میں شک رہیگا اور ایسی ہی بحالت وجود شرائط ہر دو کا جمع کرنا
جائز نہوگا ورنہ بحالت شک احتیاطاً دو فرضوں کا ایک وقت میں جمع کرنا جائز کیا بلکہ
واجب اور ضروری ہے جیسا کہ تیمم اور وضو کے جمع کرنے میں بحالت وجوہ مشکوک
گذر چکا ہے اور یا مستحسن ہے جیسا کہ بوقت پالینے پانی کے وقت میں اعادہ اس نماز کا
جو تیمم سے پڑھی تھی کما مر انفا من الحدیث پس مطلقاً جمع کرنا دو فرضوں کا منع نہوا بلکہ ایسی
حالتین جو شکی ہو جمع کرنا واجب یا مستحسن ہوا علی ہذا جو شخص تمام عمر کی نمازونکو قضا کرتا ہے گو اُسکی کوئی نماز قضا نہوئی
ہو تو کوئی حرج نہیں بلکہ نفع بلا ضرر ہے کیونکہ عمل احتیاط پر مستحسن ہے شرعاً کما مر انفا فتذکر ولا تغفل
شبہہ ۱۱ - اگر استحسان تک کلام رہتا تو سہل بات تھی مگر اب تو یہ احتیاط وجوب کے
درجہ تک پہنچ گیا ہے اور جھگڑے پیدا ہوئے اسلئے بدعت ہے **جواب** یہ شبہ بھی بالکل
کمزور ہے اسلئے کہ استحسان فقط صورۃ توہم عدم شرائط میں ہے ورنہ بحالت شک
وجود شرائط احتیاط ظہر کا پڑھنا واجب ہے جیسا کہ شامی نے اسکی تحقیق کی ہے کما مر بلکہ
اکثر کتب فقہ سے بنظر تامل وجوب ہی سمجھا جاتا ہے کیونکہ انمیں سب جگہ لفظ ینبغی ہے
اور ینبغی اور اولی کا لفظ بعض مقام پر بقرائن خارجیہ وجوب کے معنے کے لئے آتا ہے
چنانچہ رد المحتار میں ہے ومن حلف علی معصیۃ ینبغی ان یحنث فان الحنث
واجب لما علمت فارادوا بلفظ ینبغی الوجوب مع ان الغالب استعماله
فی غیرہ فکذا هذا کما تقول الاولی بالمسلم ان یصلے انتہی۔ پس لفظ ینبغی ہر
اس احتیاط کے مقام پر وجوب ہی مراد ہوگا نہ استحسان کیونکہ تحقیق سے معلوم ہوا
کہ بحالت شک وجود جمعہ کے یہ احتیاط واجب ہے کما صرح بہ الشامی اب دیکھو کہ تمام
کتب فقہ میں بحالت شک لفظ ینبغی بہ نسبت احتیاط لکھا گیا ہے پس اس سے نہ مقصود
ہوگا مگر وجوب وہو المطلوب اور جب یہ احتیاط وجوب کے درجہ تک ثابت ہی تو پھر

اسکا اہتمام حنفیہ کیوں نہ کریں اب ہمارے نئے بھائی جو ناحق جھگڑا کریں تو اسکا کیا علاج
کیا امر محقق واجب متروک ہونا چاہیئے اور کیا وہ بدعت ہو سکتا ہے؟ **شبہہ ۱۲**
بحالت عدم موجود بعض شرائط و تردد جمعہ نفل ہوگا پھر اسکو جماعت سے پڑھنا اور فرض
ظہر کو بے جماعت پڑھنا بیموقع بات ہے **جواب** بے سمجھے بوجھے کرتے ہو تم
ہمیشہ اعتراض + لاشک فیہ کہدو جو سمجھو جناب من + اگر یہ بات باموقع ہو جاوے
تو پھر ہم سے سنئے اور سوچئے کہ چونکہ یہ شرائط ظنیہ ہیں اسلئے اُنکے مفقود ہونے
کی تقدیر پر جمعہ یقیناً نفل نہیں ہوتا بلکہ ظناً و شکاً اسلئے جماعت سے قائم رہا کیونکہ
اصل جمعہ میں جماعت ہے وجوباً اور وہ امر مشکوک سے ترک نہیں ہونی چاہیے اور اوس
روز کی ظہر بھی چونکہ یقیناً فرض نہیں ہے بلکہ ظناً و تخمیناً اور نیز صحت ظہر جماعت پر
موقوف نہیں بخلاف جمعہ کے کہ وہ بلا جماعت ادا نہیں ہو سکتا اسلئے ظہر بیجماعت
پڑھی جاتی ہے اور ترجیح استحقاق جمعہ علاوہ ہے اب اس مجموعہ سے ایک امر عند اللہ
ادا ہونا یقینی امر ہے اگر جمعہ ادا ہوا تو علی وجہہا ہوا اور اگر ظہر ادا ہوئی تو وہ بھی صحیح
ادا ہوئی فافہم **سوال ۸**۔ البتہ اہل عقل و انصاف کے نزدیک یہ جواب شافی ہیں
جو کہ شبہات ممکن الوقوع کے رفع کیلئے کافی ہیں اب یہ بتلاؤ کہ بعد جمعہ کے حدیث سے کسقدر
رکعات پڑھنا علاوہ احتیاط کے ثابت ہیں اور احتیاط کی نیت کسطرح کرے **جواب**
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث فعلی میں بعد جمعہ کے دو رکعت پڑھنا ثابت ہے
مگر حدیث قولی میں چار رکعت کا امر آپ سے ثابت ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے عن سالم
عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یصلے بعد الجمعۃ رکعتین
عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کان منکم
مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل اربعا ہذا حدیث حسن صحیح یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بعد جمعہ دو رکعت پڑھا کرتے تھے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
جو شخص تم میں سے بعد جمعہ کے پڑھے تو چاہیئے کہ چار رکعت پڑھے یہ حدیث حسن صحیح
ہے پس چار رکعت کو دو پر ترجیح ہے کیونکہ قولی حدیث فعلی پر مقدم ہوا کرتی ہے الا
نادراً اور بعض صحابہ کبار نے چھ رکعت پڑھنے کا بعد جمعہ کے حکم دیا ہے چنانچہ ترمذی
میں ہے عن علی بن ابی طالب رض انہ امر ان یصلے بعد الجمعۃ رکعتین ثم

اربعاً عن عطاء قال رأیت ابن عمر صلی بعد الجمعۃ رکعتین ثم صلی بعد
ذلک اربعاً انتہی یعنے حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حکم کیا اس بات کا کہ
بعد جمعہ کے دو رکعتیں پڑہی جاویں اور پہر چار رکعت اور عطا سے روایت ہے کہا کہ دیکہا
میں نے ابن عمرؓ کو کہ انہوں نے بعد جمعہ کے دو رکعت پڑہی ہیں اور پہر چار انتہی۔
بقدر الحاجۃ اور عینی شرح بخاری میں ہے وفی سنن سعید بن مسعود عن
ابی عبد الرحمن السلمی قال علمنا ابن مسعودؓ ان نصلی بعد الجمعۃ اربعاً
فلما قدم علینا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ علمنا ان نصلی ستاً انتہی
یعنے ابی عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہا کہ سکہایا ہمکو حضرت ابن مسعودؓ نے کہ ہم بعد جمعہ کے
چار رکعت پڑہا کریں پہر جبکہ ہمارے شہر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف
لائے تو انہوں نے ہمکو سکہایا کہ چہہ رکعت پڑہو۔ انتہی۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ
کا چہہ رکعت پڑہنا اور نیز حضرت علیؓ کا چہہ رکعات کے لئے حکم دینا حکماً مرفوع ہوگا کیونکہ
اسمیں اجتہاد کو دخل نہیں اور چہہ چار پر زائد ہیں اور امر زائد والا مثبت ہوتا ہے اور
قاعدہ ہے المثبت مقدم علی النافی پس چہہ رکعت کا پڑہنا بعد جمعہ کے مختار
ہوا اور یہ چار احتیاطی ملا کر دس رکعات ہوئیں چنانچہ کتب فقہ میں دس رکعات ہی منقول
ہیں اور اسمیں نیت کا طریق بہی مذکور ہے جیسا کہ رد المحتار میں شرح منیہ سے نقل کیا ہے
والاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتہا ثم الاربع بہذہ النیۃ ای بنیۃ اخر ظہر
ادرکتہ ولم اصلہ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صحت الجمعۃ یکون قد ادی علی
وجہہا والا فقد صلی الظہر علی سنتہ انتہی۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ بعد جمعہ کے
سنتیں پڑہیں یعنے چار پہر چار احتیاطی اس نیت سے یعنی آخر ظہر کہ جسکا وقت میں نے
پالیا ہے اور ابہی پڑہی نہیں پہر دو رکعت سنتہ وقت کی پڑہے پہر اگر جمعہ صحیح ہوا تو
وہ بہی با موقعہ ہوا ورنہ ظہر کو مع سنتہ پڑہ لیا انتہی۔ اور آگے چلکر لکہا ہے قلت وحاصلہ
انہ یصلی بعد الجمعۃ عشر رکعات اربعاً سنتہا واربعاً آخر ظہر ورکعتین
سنۃ الوقت ای لاحتمال ان الفرض ہو الظہر فتقع الرکعتان سنۃ البعدیۃ
انتہی یعنے میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ کہ پڑہے بعد جمعہ کے دس رکعات چار اسکی سنتیں
اور چار آخر ظہر کی (اس نیت سے جو اوپر گذری) اور دو سنتہ وقت کہ یعنے اس احتمال پر کہ

فرض وہی ظہر ہے پہر دو رکعتیں بعد ظہر کی ہو جاینگی انتہی۔ **سوال ۹**۔ ان چاروں رکعات احتیاطی میں ضم سورہ کرے یا فقط دو اول میں مثل فرضوں کے **جواب** یہاں پر دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ نمازی ایسا ہے کہ جب سے اُسپر نماز فرض ہوئی ہے کوئی نماز ظہر کی اُس سے قضا نہیں ہوئی ہے وہو نادر فی زماننا تو ایسی صورت میں ضم سورہ کرے کیونکہ اسی حالت میں اگر ظہر عند اللہ واقع ہوئی تو ضم سورہ مضر نہیں اور اگر وہ چار نفل واقع ہوئے اور جمعہ فرض ادا ہوا تو ضم سورہ انمیں واجب ہے بہر حال ضم سورہ ایسی صورت میں چاہیئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسکے ذمہ ظہر کی ایک یا کئی نمازیں باقی ہیں جنکا قضا کرنا لازم ہے جیسا کہ اکثر نمازیوں کا یہی حال ہے تو ایسی حالت میں ضم سورہ نہ کرے کیونکہ اگر جمعہ بطور فرض کے ادا ہوا تو یہ چار رکعت آخر ظہر قضا شدہ میں حساب کیجائینگی۔ پس یہ ایک بڑا فائدہ ہوگا کہ ظہر کی نمازیں قضا شدہ کا بوجھ سر سے اُترتا رہے گا اور اگر جمعہ نفلی طور پر ادا ہوا تو وہ چار رکعت اُس روز کی فرضی ظہر واقع ہونگی۔ بہر حال یہ چار رکعت احتیاط بطور فرض ادا ہونگی اسلئے آخر کی دو رکعت خالی پڑہے چنانچہ **رد المحتار میں ہے** قال فی شرح منیۃ الصغیر وینبغی ان یقرء السورۃ مع الفاتحۃ فی ھذہ الاربع ان لم تکن علیہ قضاء فان وقعت فرضاً فالسورۃ لا تضر وان وقعت نفلا فقرءۃ السورۃ واجبۃ اھ ای واما اذا کان علیہ قضاء فلا یضم السورۃ لان ھذہ الاربع فرض علی کل حال انتہی۔ **سوال ۱۰**۔ بھلا بعد جمعہ کے چار احتیاطی بجائے چار سنتہ کے پڑہ کر پہر دو سنتہ پڑہنی کافی ہو سکتی ہیں یا نہیں یعنے اسطرح چھہ رکعت پڑہ لیں تو بس ہیں یا نہیں **جواب** ظاہر تو یہی ہے کہ یہ چار رکعت احتیاطی کی چار سنتہ بعد جمعہ کے جگہ کافی ہو جاویں بر تقدیر صحت جمعہ کیونکہ معتمد یہ امر ہے کہ سنتوں میں نیت کا تعین شرط نہیں ہے اور اگر جمعہ صحیح نہیں ہوا تو وہ فرض ظہر کی ادا ہونگا ورنہ چار رکعت جو کہ جمعہ سے پہلے پڑہی ہیں ظہر کی پہلی سنتیں شمار ہونگی۔ لیکن چونکہ پہلی سنتوں اور ان رکعات میں فاصلہ سماع خطبہ اور نماز جمعہ کا آگیا ہے اسلئے بہتر یہ ہے کہ وہ چار سنتیں بھی پڑہ لے اور دس پوری کرے جیسا کہ **رد المحتار میں ہے** والظاھر انہ یکفی نیۃ آخر ظہر عن الاربع سنۃ الجمعۃ اذا صحت الجمعۃ لان المعتمد عدم اشتراط التعیین فی السنن وان لم تصح فالفرض ھو الظھر فتقع الاربع التی صلاھا

قبل الجمعة عن سنة الظهر القبلية لكن لطول الفصل بصلوة الجمعة وسماع الخطبة يصلي اربعاً اخرى فالاولى صلوة العشرة انتهى۔ وهذا آخر ما اوردناه في هذا الباب والله اعلم بالصواب عنده ام الكتاب واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على خير خلقه واشرف رسله سيد الاولين والاخرين ابي وامي وروحي فداه محمد واله وصحبه اجمعين اللهم اجعل هذه الرسالة العجالة نافعة لاخواننا وكفارة لسيئاتنا وخالصة لنياتنا امين

تمت بالخير

تقریظ مولٰنا و مخدومنا مجمع العلوم النقلیة والعقلیة الادیب الاریب الفاضل الٹونکی المشہور بالالسنة والافواہ المفتی محمد عبد اللہ عم فیضہ اوّل المدرسین للعلوم العربیة ببلدۃ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً ۔ میں نے اس رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ کو اچھی طرح سے دیکھا۔ اسکی روایات و درایات پر بھی کافی غور و تامل کیا اس مسئلہ کے متعلق اگرچہ اور علمائے کرام نے بھی عمدہ عمدہ تالیفیں شائع کی ہیں۔ مختلف صورتوں اور متعدد عنوانوں سے اس عروس مطلوب کو کرسی ثبوت پر جلوہ افروز فرمایا ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ اس فاضل مولف نے اس مدعا کے ثابت کرنے میں ایک نیا اور دلچسپ طریق اختیار کیا ہے۔ سوال و جواب کے عام فہم طریقہ میں خوب خوب بحثیں درج کی ہیں اور لطیف لطیف جوابوں سے انکا قلع و استیصال کیا ہے کیا روایت کی حیثیت سے اور کیا درایت کے لحاظ سے غرض جس پہلو سے دیکھیں نہایت شائستہ طریق سے پھر اسی انجام تک پہنچا دیا ہے میری رائے میں یہ رسالہ اس حسن و خوبی کے ساتھ اپنا آپ ہی نظیر ہے خداوند عالم اسے قبول فرمائے اور اہل اسلام کو اسپر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین محمد والہ وصحبہ اجمعین ۔

نمقہ العبد المذنب الاثیم

المفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ

تقریظ مولانا مخزن العلوم الظاہرۃ والباطنۃ مرشد خلق اللہ حضرت محمد عبد اللہ صاحب تلونڈوی دام ارشادہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ رسالہ ہذا مولفہ جناب مولوی احمد علی صاحب بٹالوی لازال شموس فیضانہم بارقۃ کو کہ اثبات احتیاطی بعد الجمعہ میں کمال تحقیق سے نوک زیر قلم فیض رقم فرمایا ہے حسب لیاقت اپنی بغور تمام اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور جہانتک غور کیا تمام مطالب اسکی مع دفع اعتراضات مخالفین کے قابل تحسین محققین کے پائے اولتعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے انکی سعی مشکور اور اس عمل خیر پر جزا موفور عطا فرمادے وانا العبد المسکین المفتقر الی اللہ محمد عبد اللہ عفی عنہ تلونڈوی۔

تقریظ جامع المعقول والمنقول مولانا مولوی غلام احمد صاحب دام مجدہم مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور

رسالہ احتیاط الظہر مولفہ مولوی احمد علی صاحب از اول تا آخر مطالعہ نمودم ہر چند مضامینش بہ تعمق نظر ملاحظہ کردم سعی مولف قابل تحسین یافتم شکر اللہ سعیہ وضاعف اجرہ۔

الراقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور ۱۹ شوال سنہ ۱۳۱۲ھ

تقریظ مولانا مکرمنا مجمع العلوم جناب مفتی غلام رسول صاحب امرتسری دام مجدہم

رسالہ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ را من اولہا الی آخرہا مطالعہ نمودم در بارہ اثبات ظہر احتیاطی رسالہ مذکورہ را کافی یافتم فللّٰہ در المصنف وجزاہ خیر الجزاء وانا عبد اللہ الغنی ابو زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ۔

تقریظ معدن الاسرار مخزن الانوار جناب مکرمنا و مولانا حضرت مولوی حافظ حاجی سید جماعت علیشاہ صاحب علی پوری دام فیضہم الجلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ علی نبیہ۔ فقیر نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا فی الواقع اسکے عدیم النظیر

ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے آجکل جسقدر اسکی ضرورت ہے اسکے پورا کرنیکے واسطے کوئی
ایسا رسالہ نہیں دیکھا گیا جو کافی ہوسکے مگر الحمد للہ کہ فاضل اجل عالم اکمل اخوی مکرمی معظمی مولوی
حافظ احمد علی صاحب بٹالوی مولف رسالہ ہذا نے اس ضرورت کو بوجہ احسن پورا کر دیا جزاہ اللہ
عنا وعن سائر المومنین خیر الجزاء آمین ثم آمین۔ میرے نزدیک آجکل ہر ایک مقلد کو اسکا حرز
جان بنانا ضروری ہے اور فقیر کا اس مسئلہ پر مدت سے عمل ہے کیونکہ میں نے استاذنا واستاذ الکل
مولانا مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری کی زبان مبارک سے سُنا ہوا ہے آپ
فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے استاد مرحوم کو اور اُنہوں نے اپنے اساتذہ کو اسپر عمل فرماتے
دیکھا ہے سو سب یارونکو لازم ہے کہ احتیاط الظہر پڑھا کریں اور ہرگز ترک نہ کریں وما
علینا الا البلاغ۔ **فقیر جماعت علی** عفی عنہ علی پوری

تقریظ مولانا مکرمنا جناب مولوی احمد بخش صاحب امام مسجد خیر الدین مرحوم
و مدرس مدرسہ اسلامیہ امرتسر دام فیضہم

ابو عبید اللہ احمد دہ وفقہ اللہ لتزود الغد نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا مصنف نحریر
کی تحریر کو مدلل بدلائل و مبرہن ببراہین آیات و احادیث پایا اگرچہ پہلے بھی بعض علماء کرام نے
اس مسئلہ میں تحقیقات شریفہ اور تدقیقات منیفہ کی ہیں مگر ہمارے محی السنۃ قامع البدعۃ جامع علوم
و فہوم محدث قمقام فقیہ فقید المثیل فی الانام مولانا مولوی حافظ **احمد علی** صاحب
بٹالوی نے طرز بیان کو ایسی درستی سے عام فہم رکھا ہے کہ ابتک کوئی رسالہ ایسی تحقیقات کو نہیں
پہنچا۔ بالخصوص رد شبہات سوالات اور جوابات کی صورت میں کرنا اسی مختصر کا خاصہ ہے
خداوند کریم اپنے فضل عمیم سے قبول فرما کر آپ کو اجر جزیل اور ثواب جمیل عطا فرماوے اور خواص و عوام

نقل فتویٰ در جواز خطبہ عربیہ مشتمل بر نظم یا نثر فارسی یا ہندی وغیرہ

حامداً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ومصلیاً

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں تمامہا عربی عبارت کا ہونا شرط ہے یا نہیں اور بعض علماء جو
علاوہ آیات و عبارت عربی کے کچھ ترجمہ یا مسائل بطور پند و نصائح بیان کر دیتے ہیں یا کچھ اشعار فارسی یا ہندی وغیرہ
دیتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں اور انکو خلاف سنون کہہ سکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب وہو الموفق للصواب: خطبہ میں تمامہا عربی عبارت کا ہونا عند امامنا الاعظم رحہ شرط نہیں ہے

جیسا کہ مولانا صاحب کی اور تصنیفات [illegible]

بلکہ باوجود قدرۃ علی العربیۃ کے غیر زبان مین بہی جائز ہے خلافاً للصاحبین رحؔ کہ انکے نزدیک عربی عبارت ہونا خطبہ میں
شرط ہے الا عند العجز چنانچہ ردالمحتار میں ہے تتمہ لم یقید الخطبۃ بکونہا بالعربیۃ اکتفاء بما قدمہ فی باب صفۃ الصلوۃ
من انہا غیر شرط ولو مع القدرہ علی العربیۃ عندہ خلافاً لہما حیث شرطاہا الا عند العجز انتہی۔ اور رجوع امام کا صاحبین کے
قول کیطرف صرف قرءۃ فارسی مین ثابت ہوا ہے نہ دیگر اذکار و خطبہ وغیرہ مین چنانچہ درمختار میں ہے وعلی ہذا الخلاف
الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ انتہی۔ اور نیز اسمیں ہے اعلم ایہا الواقف علی ہذا الکلام ان رجوع الامام انما ثبت فی القرءۃ
بالفارسیۃ فقط ولم یثبت رجوعہ فی تکبیرۃ الافتتاح بل ہی کغیرہا من اذکار الصلوۃ علی الخلاف کما حررہ شراح المجمع وکتب
الاصول وعامۃ الکتب المعتبرۃ وصریح ہذا المتن یعنی الکنز یفیدہ کعامۃ المتون فلا علیک من العینی وان تبعہ الشرنبلالی
فی عامۃ کتبہ حررہ علاؤالدین عفی عنہ اھ۔ اور وجہ رجوع امام کی قرءۃ میں یہ ہے کہ قرآن خاص عربی زبان میں نازل
ہوا ہے اور اسیکا نام قرآن ہے نہ تراجم کا اور اسیکا بعینہ نماز میں پڑہنا عبادت اور فرض ہے اجماعاً گو سمجھہ میں نہ آئے
بخلاف اذکار کے کہ اُسمیں معانی مطلوب ہیں اور بخلاف خطبہ کے کہ وہ اصل میں وعظ و نصیحت ہے جیسا کہ حدیث
میں ہے عن جابر بن سمرۃ قال کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یجلس بینہما یقرء القرآن و یذکر الناس وکانت صلوتہ
قصدا وخطبتہ قصدا رواہ مسلم۔ اسمیں یذکر الناس صاف کہہ رہا ہے کہ آپ وعظ فرمایا کرتے تہے مگر مختصر طور پر اور
جسطرح وعظ سامعین کی زبان میں مفید ہے اُسیطرح خطبہ ہے پہر اگر ملک ہند وغیرہ میں عربی خطبہ شرط کیا جاوے
تو وہاں سامعین کے لئے اصلی غرض فوت ہو جائیگی اسلئے ضرور مناسب ہے کہ کچہہ کلمات پند و نصائح کے بہی ہوا کرین
تاکہ جو لوگ بعد نماز کے بہاگ جاتے ہیں وہ بہی بے بہرہ نہ رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ عربی
کوئی معین نہ تہا ورنہ ضرور محفوظ ہوتا بلکہ ہر دیار و امصار میں نئے نئے خطبہ مولفہ مروج ہیں اور آپکا خطبہ
عربی اسلئے ہوتا تہا کہ سامعین اکثر عربی دان ہوتے تہے علی ہذا صحابہ رضؔ کے زمانہ میں اور بعض صحابہ کو غیر ملکوں
میں بہی جانیکا اتفاق ہوا ہے مگر یہ خیال کر لینا کہ وہ خطبہ صرف عربی ہی میں پڑہتے تہے محتاج دلیل ہے
کیونکہ خطبہ جب من افراد الوعظ ٹہیرا تو ظاہر ہے کہ اُنکی زبان ہی میں سمجہاتے ہونگے۔ لیکن باوجود اسکے
آیات قرآنیہ کا کچہہ حصہ ہونا چاہئے کیونکہ گو عربی ہونا شرط نہیں ہے مگر آیات کا ہونا مسنون تو ہے اب اسکے
سوائے خواہ آیات کا ترجمہ یا تفسیر یا اور پند و نصائح کے متعلق نظم یا نثر فارسی و ہندی وغیرہ میں پڑہنا
مختصر طور پر درست ہے ہاں طول نہ دیا جاوے کہ مکروہ اور ممنوع ہے۔ ایسی صورت میں صاحبین کا خلاف بہی
غالباً جاتا رہیگا کیونکہ کچہہ حصہ عربی میں آ گیا اور اسلئے خلاف مسنون ہونے کی حد سے بہی نکل جائیگا اور غرض
اصلی بہی فوت نہو گی کیونکہ پند و نصائح بہی ہو گیا۔ پس واضح ہو کہ خطبہ مسئول عنہا جائز ہے اور خلاف
مسنون نہیں ہے بلکہ آجکل ایسا ہی مناسب ہے۔ ہذا ما عندی والعلم عند ربی وہو اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب
وصلی اللہ علی رسولنا وسیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الجواب صحیح
مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
اول مدرس مدرسہ عالیہ لاہور

الجواب صحیح
خلیفہ حمید الدین عفی عنہ

الجواب صحیح
غلام محمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

اصاب من اجاب
محمد اسمعیل عفی عنہ مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور

المجیب نجیح و مصیب
محمد جی عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ نعمانیہ

حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی
احمد علی عفا عنہ الولی بٹالوی

جواب صحیح ہے
غلام محمد البگوی عفی عنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود

جواب صحیح است
محمد عبد الکریم مدرس مدرسہ رحیمیہ لاہور

خاتمۃ بالخیر ذکر کلمات طیبات کاللولوء والمرجان مصدرہ بحر عرفان سراج الکاملین قمر الواصلین سیدی و مولائی ماوائی وملجائی مخدومی مکرمی مجمع العلوم الشرعیۃ منبع الفنون الحقیقیۃ مرشدی و شیخی پیر دستگیر آیۃ من آیات اللہ مقبول بارگاہ روحی فداہ حضرت پیر جی مہر علیشاہ صاحب گولڑی قبلۂ عالم دام ظلالہم علی مستظلیہم وعم ارشادہم علی مسترشدیہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذه العجالة مغنية لمن حاول العمل وان لم تكن فيها كفاية لمن زاول الجدل ولا مباهاة في عد مهالهم فان اصحاب اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا هم المنظورون بعين التاليف الهنا هذا غاية سعينا في امتثال امرك فتقبل منا نرجو القبول كيف وانت قلت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وصل و سلم وبارك على المظهر الاتم لاسمك الاعظم واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين۔

العبد

الملتجی الی اللہ المدعو بہ مہر علیشاہ

تقریظ و تاریخ منظومہ بلبل گلستان سخندانی مجمع العلوم مکرمنا و مخدومنا فاضل اجل عالم بے بدل جناب مولانا مولوی عبد العلی صاحب آسی راسی ثم الکہنوی دام مجدہم و عم فیضہم

کہاں ہیں ناظرِ اخبارِ جمعہ	کدہر ہیں سامعِ آثارِ جمعہ
ادہر آئیں قدر الو گوشِ دل سے	سنیں احوالِ استبشارِ جمعہ
چلو لٹتے ہیں دُر ہائے مسائل	کشادہ ہے درِ بازارِ جمعہ
یہ نورِ شمع ہے یا مشک مشموع	مطیب جس سے ہے گلزارِ جمعہ

معنبر

زہے گنجینۂ دُرہای فیضاں
خہے آئینۂ انوارِ جمعہ

جنابِ مولوی احمد علی سے
کہلا ہی روضۂ ازہارِ جمعہ

اور اُنکے فیضِ علمی سی ہمیشہ
ہی جاری چشمۂ اذکارِ جمعہ

کروں کس مُنہ سی میں تعریف اُنکی
ہیں بیشک کاشفِ اسرارِ جمعہ

قلم ہے موجۂ بحرِ تبحر
دہن ہے کانِ گوہر بارِ جمعہ

لکھا ایسا کہ قائل ہو گئے ہیں
سب اہلِ شبہہ و انکارِ جمعہ

ہویدا اسکے ہر اک مسئلے سے
ہی استمداد و استنصارِ جمعہ

جواباتِ اسمیں سب منفتی بہا ہیں
نہیں اب جای استفسارِ جمعہ

جو مشکل تھے مسائل کر دیئے حل
کہ جن سی کہل گئے استارِ جمعہ

بروزِ جمعہ ہی ظہر احتیاطاً
ہی جس سی ثابت استظہارِ جمعہ

سُنی جائیگی اب خاصوں کی فریاد
کہ ہی عام اندلوں دربارِ جمعہ

سوادِ سرمہ ہی حرف کے سے
منوّر دیدۂ دیدارِ جمعہ

ہر اک تیرِ اجابت کا ہدف ہے
دعا و ذکر و استغفارِ جمعہ

بصد تحقیق و تدقیق اسمیں لکھدی
دلیلِ آیت و اخبارِ جمعہ

بصارت ہو تو نقدِ جان و دل سے
لو اسکو ای اولی الابصار جمعہ

کہا ہاتف نے آسی سی سن اسکا
کہ تسبیحِ دُرِ شہوارِ جمعہ

۱۳۱۴ھ

ولہ ایضاً

اس رسالے کی معانی و مبانی ہیں عجیب
ہی جو تحریر مدلل تو مبرہن تقریر

نور ہی نور ہے یہ نسخۂ نور الشمعہ
جمعہ کی جمع سے ہی ظہر میں ظاہر تنویر

کیوں نہ احمد علی اس بزم کے ہوں شمع فروز
وھو بین العلما کالقمر البدر منیر

ظہر ثابت کیا اور رد کیا اُس کا انکار
اب منکر کی جگہ ہی نہ کوئی جائے نکیر

اکثر انکرت کی قائل جو تھے سلمت کہا
باقی پیٹا کرین سب نستِ بقائل کی لکیر

بی دلیل اسمیں کوئی بات نہیں کیونکہ وہ خود
ہیں بڑی مفتی و علام و فقیہ و نحریر

عالمِ باعمل و صاحبِ تصنیفِ لطیف
ما لہ فی عمل العلم مثیلٌ و نظیر

ادب و منطق و حکمت ہی سب اُن کو ازبر
اور بھی نوک زبان فقہ و حدیث و تفسیر

دین کی معرکہ آرائی میں وہ بند نہیں
مرد میدان ہیں قلم ہاتھ میں انکی شمشیر

آیت و فقہ و حدیث اُنکا ہی دین ادب سب
ہیں براہین و دلائل میں بھی اکمل سفیر

الغرض مصقلہ نور بیاں سے اُن کے
جمعہ کے آئینہ میں ظہر کی صورت ہے ظہیر

لکھدیا طبع کا سال آسی مدراسی نے

جمعہ آئینہ انوار ہے عالم تصویر

۱۴ھ ۱۳

غلطنامہ نور الشمعہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
لوح	۰	نور الشمعہ	نور الشمعہ	۹	۱۲	صل	صلی
۱	۳	ربہ	ربہ	″	۱۴	خطبتہ	خطبتہ فصلاً
۱ حاشیہ	۲	اُس	اِس	۱۰	۱۹	عاملون	عاملین
۱	۱۶	عبدالدہیم	عبدالدرہیم	۱۲	۱۱	ابوخنیفہ	ابوحنیفہ
۴	″	فبھو	فھو	۱۴	۱	ہوتا	ہونا
″	۱۹	لحسن	الحسن	″	۳	دلبرا	دلبرا
″	۲۵	محہ	حجۃ	″	۱۶	سلے	×
″	۲	سنے	کے	۱۶	۳	سن	عن
″	″	ابدء	املاء	۱۷	۱	اوسکو	اسکو
۵	۲	عبدرلزاق	عبدالرزاق	″	۵	ابن الہام	ابن الہمام
″	۲	لوذی	نووی	۱۹	۷	″	″
۷	۱۳	ردالمختار	ردالمحتار	۲۱	حاشیہ	تلقید	تقلید
″	۱۹	جمعۃ	جمعہ	۲۲	۴	کفا	کفار
۸	″	وری	وروی	۲۵	۷	سنتا	ستنا
″	۱۳	الاحتیجاج	الاحتجاج	۰	۰	۰	۰
				۰	۰	۰	۰

تمت